بسم اللہ الرحمن الرحیم

عالم اسلام کے عظیم فقیہ، فلسفی، متکلم اور مجاہد حضرت آیت اللہ العظمیٰ الامام الشہید السید محمد باقر الصدرؒ
اور ان کی عالمہ اور مجاہدہ ہمشیرہ شہیدہ آمنہ بنت الہدیٰ الصدرؒ
کی ۴۲ویں برسی پر ایک خصوصی اشاعت

شرح صدر

رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ
اپریل ۲۰۲۲ء

مجلس ادارت:

مدیر اعلیٰ: نادم شگری
مدیر: سکندر علی بہشتی
نائب مدیر: محمد سجاد شاکری
معاونین: نصر اللہ فخر الدین
خانم شگفتہ زہرا عابد شگری
خانم معصومہ جعفری

مجلس مشاورت:

حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن جعفری
حجۃ الاسلام سید محمد سعید موسوی
حجۃ الاسلام فدا علی حلیمی
حجۃ الاسلام سید سجاد حسین موسوی
حجۃ الاسلام محمد حسین چمن آبادی
حجۃ الاسلام فرمان علی سعیدی

معاونین خواتین سکشن:
گل چہرہ جوادی، صدیقہ بتول، ایمن زہرا

پروف ریڈنگ / ڈیزائننگ:
عمار گرافکس پاکستان

اہتمام اشاعت:

ادارۂ نشر و نفاذِ معارفِ اسلامی (انمّا پبلشرز) پاکستان

اس شمارے میں آپ پڑھیں گے:

شرح صدر۔۱

۱۔ شہید صدرؒ کی علمی، فکری، اجتماعی اور سیاسی شخصیت (اداریہ) ۳
۲۔ شہید صدرؒ، علماء اور دانشوروں کی نظر میں (ادارہ) ۵
۳۔ شہید سید محمد باقر الصدرؒ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر (رحیم ابوالحسینی۔ ترجمہ: اکبر علی ترابی) ۶
۴۔ شہید صدرؒ، شاگردوں کی نگاہ میں (آیت اللہ سید نورالدین اشکوری کا انٹرویو) ۱۱
۵۔ شہید صدرؒ کی شخصیت، افکار اور خدمات (شہیدؒ کے فاضل شاگرد حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن جعفری) ۱۳
۶۔ مغربی اقدار اور سید محمد باقر الصدر شہیدؒ (زاہد حسین زاہدی۔ قم) ۱۵
۷۔ سید محمد باقر الصدرؒ، اسلامی اقتصاد کا روشن ستارہ (علی حسن شگری) ۱۸
۸۔ شہید باقر الصدرؒ، عصر حاضر کی جامع علمی و فکری شخصیت (سکندر علی بہشتی۔ قم) ۲۲
۹۔ شہیدؒ کی کتاب المدرسۃ القرآنیہ کا تعارف (ادارہ) ۲۴
۱۰۔ السنن التاریخیہ پر ایک نظر (سجاد علی ساجدی) ۲۵
۱۱۔ اسلام اور جدیدیت، شہید صدرؒ کی نگاہ میں (اشرف حسین آخوندزادہ نجفی) ۲۶
۱۲۔ شہید صدرؒ کے کلامی نظریات کا مختصر جائزہ (محمد حسین چمن آبادی۔ قم) ۲۸
۱۳۔ شہید محمد باقر الصدرؒ کی فکری اور سیاسی فعالیتیں (سید فرحان حیدر زیدی نجفی) ۳۰
۱۴۔ سید محمد باقر الصدرؒ کی بابرکت زندگی اور خدمات (بتول حسین نگری) ۳۲
۱۵۔ سید محمد باقر الصدرؒ کی شہادت (ڈاکٹر راشد نقوی۔ تہران) ۳۵

شرح صدر۔۲

۱۶۔ شہیدہ بنت الہدیٰؒ کی زندگی پر ایک نظر (گل چہرہ جوادی) ۳۸
۱۷۔ شہیدہ بنت الہدیٰؒ، فقہاء، علما اور احباب کی نظر میں (ایمن زہرا شگری) ۴۱
۱۸۔ شہیدہ بنت الہدیٰؒ کی شخصیت (ادارہ) ۴۳
۱۹۔ "فریبا انیسی" سے کچھ سوالات (ادارہ) ۴۵
۲۰۔ جامعۃ الزہرا کراچی کی مدیرہ خانم طاہرہ فاضلی سے گفتگو (ادارہ) ۴۶
۲۱۔ شہیدہ بنت الہدیٰؒ اور شہید صدرؒ کے بعض مماثل اوصاف (صدیقہ بتول۔ مشہد مقدس) ۴۹
۲۲۔ بنت الہدیٰ، زینبی کردار کی حامل نمونہ خاتون (ادارہ) ۵۳
۲۳۔ شہیدہ بنت الہدیٰؒ کی نظر میں عورت کی اسلامی شخصیت (سید مشتاق الحلو۔ ترجمہ و تلخیص: مریم حسن) ۵۴

(اداریہ)

شہید صدرؒ کی علمی، فکری، اجتماعی اور سیاسی شخصیت

انسانی تاریخ میں بہت کم ایسے مفکرین پائے گئے ہیں جنہوں نے اپنے جامع کمالات کے ذریعے مختلف فکری اور عملی میدانوں میں نام روشن کیا ہو اور انسانی معاشرے کے لیے قیمتی آثار کا تحفہ دیا ہو۔ شہید سید محمد باقر الصدر علیہ الرحمہ، نہ صرف عالم اسلام بلکہ تاریخ انسانی کی ان عظیم شخصیات میں سے ایک ہیں جنہوں نے فکر و عمل کے مختلف میدانوں میں لازوال تاریخ رقم کی ہے۔

روحی اور فکری عظمت نے آپ کو تاریخ تشیع کی منفرد اور مایہ ناز شخصیت بنا دیا ہے۔ دینداری، تقویٰ، نبوغ فکری، اخلاص، شجاعت، مسلسل جدوجہد، وسیع علم اور دردمندی ان نمایاں اوصاف میں سے ہیں، جو ان کی زندگی اور آثار میں جگہ جگہ مکمل طور پر واضح ہیں۔ شہید صدرؒ نہ صرف حوزہائے علمیہ، علما اور طلاب دین کے لیے ایک کم نظیر نمونہ اور مثال ہیں؛ بلکہ ان تمام افراد کے لیے آئیڈیل بن سکتے ہیں، جنہوں نے حقیقت اور علم کی راہ میں قدم رکھا ہے اور ان کے وجود سے کسب فیض کیا ہے۔

اس عظیم شخصیت کی زندگی، اسلام کے احیا اور شریعت کے تحفظ کے سلسلے میں بھرپور فکری اور عملی جدوجہد سے عبارت ہے۔ آپ نے اس راہ میں بہت زیادہ سختیاں اور مشکلات برداشت کیں۔ شہید صدرؒ نے ایک بلند ہدف کی راہ میں، موثر فکری اور عملی قدم اٹھائے کہ آپ کی جدوجہد کے بنیادی محور اور گوہر کو زمان اور مکان کے تقاضوں کے مطابق معارف اسلام کی تطبیق میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے اس موضوع کو وسیع طور پر اسلامی علوم سے مربوط مسائل میں مورد بحث قرار دیا ہے اور قیمتی آثار بھی یادگار چھوڑے ہیں۔

شہید صدرؒ کی زندگی کے بارے میں مختلف جہتوں سے بحث ہو سکتی ہے لیکن ہم یہاں تفصیل سے اجتناب کرتے ہوئے ان کی علمی، فکری اور سیاسی واجتماعی شخصیت کا اجمالی جائزہ لیں گے۔

۱۔ علمی وفکری شخصیت:

شخصیت کی جامعیت، وسیع علم و دانش، گہری فکر اور تخلیقی ذہن نے شہید صدرؒ کو عالم اسلام کی ایک برجستہ شخصیت میں تبدیل کر دیا ہے۔ آپ کی تحقیقات اور مطالعات، فقہی، فلسفی، تاریخی اور اقتصادی موضوعات پر مشتمل ہیں، جن میں سے ہر موضوع پر آپ نے بے مثال آثار پیش کئے ہیں۔ ایک اہم خصوصیت جو شہید صدرؒ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے، وہ جدت، تنقیدی نگاہ اور ایسی خلاقیت ہے جس نے ان کے آثار پر حیرت انگیز اثر چھوڑا ہے اور وہی ان آثار کے عمیق اور جدید بننے کا سبب بنی ہے۔ علمی جامعیت اور جدت کی صلاحیت کے ذریعے انہوں نے اپنے آثار میں گزشتہ نظریات پر علمی تنقید کے علاوہ جدید نظریات کو بھی بیان کیا ہے۔ علمی وسعت اور مختلف مکاتب و نظریات پر عبور رکھنے کی وجہ سے، وہ ہر پہلو سے متنوع موضوعات کی تحقیق وجستجو کے ساتھ ساتھ جدید راہ حل اور نظریات پیش کرنے میں بھی کامیاب ہوئے ہیں۔ شہید صدرؒ نے بہت سے علمی اور اسلامی موضوعات پر اپنی تحقیقات پیش کی ہیں، جن میں فقہ، اصول، فلسفہ، منطق، تفسیر اور اقتصادی واجتماعی موضوعات شامل ہیں۔

۲) اجتماعی وسیاسی شخصیت:

شہید صدرؒ نہ صرف فکری و نظری مسائل کے مرد میدان تھے؛ بلکہ سیاسی اور اجتماعی حوالے سے بھی آپ نے حیران کن اور فعال کردار ادا کیا ہے۔ آپ کی نظر میں اسلامی معاشروں کی مشکل صرف فکری اور علمی پسماندگی ہی نہیں، بلکہ سیاسی میدانوں میں عمل کا فقدان اور ظالم و بے دین حکمرانوں کا مسلط ہونا بھی ہے۔ اسی لیے جوانی کے آغاز سے ہی آپ نے سیاست کے میدان میں قدم رکھا۔ نظریاتی لحاظ سے آپ نے جو تحقیقاتی اور علمی کارنامے انجام دیئے ان کے اصلی مقاصد میں سے ایک مقصد، اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ شہید صدرؒ کی نظر میں اسلامی حکومت صرف ایک دینی ضرورت نہیں، بلکہ انسانی تمدن کی ضرورت بھی ہے؛ کیونکہ یہی وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعے انسان کی صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں اور اس کو موجودہ انتشار، پسماندگی اور ہلاکتوں سے نجات دلا کر اپنے اصلی مقام، یعنی: انسان تمدن کے اعلی مقام تک پہنچا سکتی ہے۔

شہید صدرؒ نے عملی لحاظ سے بھی اسلامی حکومت کی تشکیل کے لئے جدوجہد کی، عراق پر مسلط ظالم حکمران کے بالمقابل قیام کیا اور "حزب الدعوۃ الاسلامیہ" کی تاسیس کے ذریعے "بعث پارٹی" کے خلاف ایک وسیع سیاسی تحریک کو منظم کیا۔ شہید صدرؒ، سیاسی جدوجہد میں تنظیمی فعالیت کے ساتھ ساتھ مسلح جدوجہد پر بھی زور دیتے تھے۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد شہید صدرؒ نے فکری پشت پناہی کے ساتھ ساتھ عملی لحاظ سے بھی اسلامی انقلاب کی حمایت کی۔ آپ نے عراق کے مسلمانوں کو ایرانی عوام کے انقلاب کی طرح اقدام کرنے اور اس سلسلے میں امام خمینیؒ کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دی۔ شہید صدرؒ کی نظر میں امام خمینیؒ وہ شخصیت تھے جن سے بہت ساری امیدیں وابستہ تھیں۔ اس بارے میں عراقی عوام سے خطاب کرتے ہوئے آپؒ فرماتے ہیں: ”کیا یہ معقول ہے کہ امام خمینیؒ جیسے ایک دینی مرجع، اسلامی حکومت قائم کر کے ہمارے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کریں اور ہم ان کی حمایت اور تائید نہ کریں، صرف اس لیے کہ بعثی حکومت ہم سے ناراض ہو گی“؟

شہید صدرؒ اس بات کے معتقد تھے کہ جو لوگ ایران میں اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہو رہے تھے، وہ شہید ہیں اور خدا ان کو امام حسینؑ کے ساتھ محشور کرے گا۔ آخر کار خود بھی، اسی بڑی تمنا اور ہدف کی راہ میں ظالم بعثیوں کے ہاتھوں شہادت کے مقام پر فائز ہوئے۔

آپ کی فکری عظمت، سوچ کی گہرائی، فکری و عملی شجاعت، انتھک جدوجہد اور اسلام پر گہرا ایمان اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ تمام مسلمان مفکرین، دانشور حضرات اور ذمہ دار افراد اس عظیم انسان کی شخصیت وافکار پر گہری توجہ دیں اور اس کے فکری و عملی اسلوب کی پیروی کریں تاکہ آپ کی وسیع فکر سے ایک بار پھر، نئی اور جدید فکر کے متلاشی اذہان سیراب ہو سکیں۔

مفکر اسلام، شہید رابع آیت اللہ العظمی سید محمد باقر الصدر (قدس سرہ) کی شخصیت، افکار اور خدمات پر عربی و فارسی زبانوں میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن اردو زبان میں شہید کی چند کتابوں کے ترجمے کے علاوہ اب تک کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔ اس وجہ سے ہمارا معاشرہ ان کی فکری، علمی اور اجتماعی اور سیاسی جدوجہد سے آگاہ نہیں ہے۔ شہید صدرؒ کی علمی و فکری شخصیت کی جامعیت اور آفاقیت کے نمونے، وہ قیمتی اور گرانبہا کتابیں ہیں جو تفسیر قرآن، علم اصول و فقہ، فلسفہ، منطق، اسلام کے سیاسی و اقتصادی نظام اور سیرت اہل بیتؑ کے متعلق ہیں جن پر مدلل اور واضح انداز میں ابتکاری اور جدید نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ اسی طرح آپ کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کر کے تعلیم و تربیت پانے والے وہ ہونہار تلامذہ بھی ہیں جن میں سے ہر ایک حوزہ ہائے علمیہ اور اسلامی معاشرے میں فکری، علمی اور دینی حوالے سے خاص مقام رکھتے ہیں۔

شہید صدرؒ نے اسلامی فکر کو زندہ کرنے اور امت مسلمہ پر اسکی عظمت اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے اپنی زندگی کے تمام لحظات اور جدوجہد کو ان موضوعات اور اجتماعی امور پر نچھاور کیا جن سے اسلامی معاشرہ روبرو تھا۔ عراق کی سرزمین پر مارکسزم اور دیگر الحادی مکاتب، اپنے نظریات پھیلا رہے تھے اور خود کو بشریت کا نجات دہندہ قرار دے رہے تھے، تو دوسری طرف حوزہ ہائے علمیہ اور اس کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ پر خمود و جمود کی کیفیت طاری تھی۔ دشمنان اسلام کی جانب سے پیش کرنے والے انحرافی نظریات کا مقابلہ کرنے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ اسی لیے سینکڑوں جوان اور تعلیم یافتہ افراد ان کے جال میں پھنس کر اسلام سے دور ہو رہے تھے۔ ایسے میں شہید صدرؒ ہی وہ عظیم مجاہد تھے جو اپنی فکری و علمی کاوشوں کے ذریعے التقاطی اور انحرافی نظریات کو رڈ کرنے، مسلمانوں کو ذہنی اور فکری پسماندگی سے نکالنے اور معاشرے میں احساس ذمہ داری اجاگر کرنے کے لیے کمربستہ ہوئے۔

آج بھی شہید صدرؒ کا فکری اور علمی سرمایہ، ہمارے درمیان موجود ہے، جس سے الہام لیتے ہوئے ہم اپنے معاشرے میں بیداری، اصلاح اور انحرافی مکاتب سے مقابلے کے لئے قدم اٹھا سکتے ہیں۔ آپؒ کے نظریات اسلام کے عقیدتی، فکری، اجتماعی، ثقافتی، تاریخی اور سیاسی پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔ ان سے آشنائی اور ان کا عمیق مطالعہ ایک عالم، محقق اور داعی دین کے لیے خاص اہمیت کا حامل ہے۔

شہید صدرؒ: علماء اور دانشوروں کی نظر میں

امام خمینیؒ:

سید محمد باقر الصدرؒ عقل اسلامی اور مفکر اسلام تھے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ عالم اسلام آپ کے افکار سے وسیع پیمانے پر استفادہ کرے گا اور خاص طور پر میں اس عظیم مفکر اسلام کی کتب سے استفادہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ خداوند کریم آپ کو آپ کے آباء واجداد اور آپ کی عظیم مجاہدہ بہن کو اپنی جدۂ طاہرہ کے ساتھ محشور فرمائے۔

سید ابو القاسم خوئیؒ:

سید باقر الصدرؒ مظلوم ہیں کیوں کہ آپ مشرق میں پیدا ہوئے اور اگر آپ مغرب میں پیدا ہوتے تو ہم دیکھ لیتے کہ مغرب آپ کے بارے میں کیا کہتا، آپ ایک عظیم اور بے مثال شخصیت تھے۔ اور اپنے افکار میں نابغہ ء روز گار اور منفرد حیثیت رکھتے تھے۔

سید محمد حسین فضل اللہؒ:

سید باقر الصدرؒ وہ عظیم شخصیت ہیں جنھوں نے فکر اسلامی کو اپنے علم و فکر سے پروان چڑھانے کے ساتھ ساتھ اپنے خون سے اس کے مستقبل کی آبیاری کی اور آپ ان معدودے چند لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنے قلم کی سیاہی کو اپنے خون کی آمیزش عطا فرمائی۔

سید موسیٰ الصدرؒ:

سیاسی قائد پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اپنے حال اور مستقبل کے بارے میں خاص فکر رکھتا ہو اور اس کے بارے میں فکر مند ہو اور یہ تمام چیزیں سید باقر الصدرؒ میں بدرجہ اتم موجود تھیں اور اس عظیم الشان عالم کے لیے یہی کافی ہے کہ انہوں نے ان مسائل کا حل پیش کیا ہے جنہوں نے ڈیڑھ سو سال سے فقہائے کرام کو پریشان کئے رکھا تھا۔

محمد جواد مغنیہؒ:

یہ وہ عظیم شخصیت ہیں جو نجف اشرف کو زرد صفحات سے نکال کر سفید صفحات پر لے آئے اور دنیا کے سامنے نجف کا جدید تعارف کروا کر اس کے روپ کو نکھار دیا۔

رہبر انقلاب سید علی خامنہ ای:

سید محمد باقر الصدرؒ جیسے عظیم انسان اور جلیل القدر عالم نے انسانی خدمت کے لئے جو علوم پیش کئے ہیں اس کی وجہ سے ہر علمی مجلس کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ یقیناً آپ بغیر کسی مبالغہ کے ایک نابغہ ء روز گار اور افق علمی کے ماتھے پر چمکتا دمکتا ستارہ ہیں۔ آپ اپنی علمی سربلندی کی بناء پر تمام علوم میں انتہائی گہری فکر، تخلیق اور شجاعت علمی سے بہرہ مند تھے اور علم اصول الفقہ، فلسفہ اور تمام دینی علوم میں ایک موسس اور صاحب مدرسہ علمی شخصیت تھے۔ ان علوم میں وہ انتہائی غیر عادی، معجزاتی قوت کے مالک اور بے مثال شخصیت تھے۔ آج کے زمانے میں رائج تمام حوزوی علوم میں ایک مرجع ہونے کی حیثیت سے ایک مجدد تھے۔ وہ تمام موضوعات چاہے معاشیات واقتصادیات ہوں، سیاست یا امور عامہ کی بہبود سے متعلق ہوں، امت اسلامیہ کی فکری نہج پر پرورش کرنے والی اور اس میں ابتدا کرنے والی شخصیت تھے۔ نہوں نے ان موضوعات پر وہ دائمی اثر چھوڑا اور علم وبحث کے موتیوں کا وہ خزانہ چھوڑا ہے، جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ مگر صد افسوس! اگر سید الشہید زندہ ہوتے اور ظالم وجابر کے مجرمانہ ہاتھوں شہید نہ ہوتے تو عالم اسلامی بالعموم اور عالم تشیع بالخصوص مرجعیت وقیادت علمی اور عملی دونوں میدانوں میں ایک تخلیقی شخصیت کا مشاہدہ کرتے۔ آپ بلاشک وشبہ، طلاب حوزہ علمیہ اور علمی شغف رکھنے والے جوانوں کے لیے نمونہ ء عمل ہیں۔ انسانی ثقافت کے علمی شاہپارے، اس المناک شہادت سے ختم نہیں ہوں گے۔ آپ کا علمی طرز واسلوب رہتی دنیا تک ایک رہنما کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی پیروی طلاب کو علمی میدان میں ایک اعلیٰ علمی طرز فکر دے کر انہیں علمی سرفرازی عطا کر سکتا ہے۔ آج ہمارے حوزات، سید باقر الصدرؒ جیسی شخصیت کے اشد محتاج ہیں اور آج ہم ہر میدان میں ان کے علمی عزم وہمت اور شجاعت کی اعلی مثال اور عالمی حالات کے تناظر میں ان کے انتہائی نیاز مند ہیں۔

شہید سید محمد باقر الصدرؒ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر

رحیم ابوالحسینی
ترجمہ: اکبر علی ترابی

مقدمہ

وَ لا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْواتاً بَلْ أَحْياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران:۱۶۹)

پوری تاریخ انسانیت میں دیکھا جائے تو ایسے بلند مرتبہ اور حریت پسند انسان ملیں گے جنہوں نے پوری زندگی میں مخلصانہ جہاد اور دن رات ایک کر کے مسلمانوں کے درمیان وحدت قائم کرنے اور دین مبین اسلام کے لیے زحمتیں اٹھائی ہیں اور اپنی جانوں کو اسی راہ میں قربان کیا ہے۔ شہید سید محمد باقر الصدرؒ کی ذات بھی انہی مجاہدین کے درمیان چمکتی دمکتی دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کیا۔ آپؒ نے اپنی زندگی کے آغاز سے ہی دفاع اسلام کا علم بلند کیا اور اپنے علم اور قلم وزبان کے ذریعے انحرافی اور الحادی افکار کا مقابلہ کیا۔

یہ مختصر تحریر اس عظیم مجاہد اور فرزند پیغمبر کی روشن زندگی کے متعلق ہے کہ جس نے اپنے قلم اور زبان کی طاقت سے اسلامی مبادیات کے مختلف (اعتقادی، سیاسی اور اجتماعی) میدانوں میں سے کسی ایک پہلو میں اسلام کی خدمت کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اگرچہ کم عمری کی وجہ سے آپ اپنی تمام بلند آرزوں تک تو نہیں پہنچ سکے؛ مگر اسلام کی خدمت میں آپؒ کی ۴۷ سالہ زندگی کا ہر لحہ قابل تعریف ہے۔

آپؒ نے اس مختصر حیات میں خود اجتہاد کے مقام تک پہنچایا اور اس مقدس مقام (مرجعیت) کے ذریعے اسلامی امت کی حفاظت اور اسلامی سرزمین کے تحفظ کی خاطر کوشاں رہے۔ اس مقالے میں جتنے منابع ذکر ہوئے ہیں وہ خود سید بزرگوار کے شاگردوں کی تالیفات ہیں جو کہ ان تمام حوادث میں شہیدؒ کے بہت قریب رہے ہیں۔

خاندان صدر اور اس خاندان کے عظیم لوگ

شہید صدرؒ کے آباواجداد مختلف مقامات پر دینی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ لبنان، شام اور عراق میں مشعل ہدایت بن کر لوگوں کی نجات کا ذریعہ فراہم کیا ہے۔ اس پوری مدت میں یہ عظیم خاندان آل ابی سبحہ، آل حسین القطبی، آل عبداللہ، آل ابی الحسن، آل شرف الدین اور آخر میں آل صدر کے لقب کے ساتھ مشہور ہے اور آل صدر اس خاندان کا آخری سلسلہ نسب ہے جو کہ سید صدرالدین صدر [۱۲۶۴ہجری] تک جا پہنچتا ہے۔

سید صدر الدین ۱۱۹۳ ہجری قمری کو جبل عامل میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار سید صالح کے ساتھ نجف اشرف کی طرف عازم سفر ہوئے اور کاظمین شریفین سے اصفہان پھر اصفہان سے نجف کی طرف آخری سفر کیا۔ اس عظیم خاندان میں حیدر صدر جیسے برجستہ شخصیات بھی ہیں۔ سید اسماعیل صدر اورر شہید باقر صدرؒ آپ کی باقیات الصالحات میں شامل ہیں۔ مرحوم سید حیدر نابغہ روزگار اور مظہر زہد وتقوی کے مالک تھے، آپ نے ۱۳۰۹ ہجری میں سامراء کے مقام پر آنکھیں کھولیں اور ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۶ ہجری کو کاظمین میں دار البقاء کی طرف رخت سفر باندھا۔

سید حیدر کی اولاد میں دو بیٹے سید اسماعیل، شہید محمد باقر صدرؒ اور ایک بیٹی شہیدہ آمنہ (المعروف بنت الہدیٰؒ) تھی۔

شہید باقر صدرؒ کی والدہ آیت اللہ شیخ عبدالحسین آل یاسین کی بیٹی تھی اس عظیم اور کردار زینبیؑ کی حامل ماں نے راہ اسلام میں دو شہیدوں کی جان ہدیہ کرنے کے بعد دعوت حق کو لبیک کہا۔

شہید باقر صدرؒ کی پیدائش اور بچپن

شہید سید محمد باقر صدرؒ نے ۵ ذی قعدہ ۱۳۵۳ ہجری کو کاظمین کے مقدس مقام پر آنکھ کھولی، آپ کے والد بزرگوار سید حیدر مراجع تقلید میں سے تھے سلسلہ نسب کے لحاظ سے آپ موسوی چشم و چراغ ہیں۔ اس خاندان کا طرہ امتیاز تھا کہ مجتہدین اور علماء اس خاندان سے آتے رہے جو کہ بہت کم خاندانوں کے نصیب میں ہوتا ہے۔

باپ کے سائے سے محروم ہونے کے بعد آپ نے اپنی والدہ محترمہ اور اپنے بڑے بھائی سید اسماعیل صدر کی زیر کفالت پرورش پائی۔ بچپن سے ہی آپ کی ذہانت وفطانت اور زیرکی سب پر عیاں تھی آپ نے ابتدائی تعلیم کاظمین کے ایک سکول "منتدی النشر" سے حاصل کی اور آپ کی ذہانت اور اخلاق کی وجہ سے ہی چھوٹے بڑے سب آپ کو پسند کرتے تھے۔ آپ کے اساتذہ بھی آپ کو خاص نظر سے دیکھتے تھے؛ کیونکہ آپ پورے سکول میں ذہین اور مہذب تھے اس لیے آپ کے اساتذہ آپ کو دوسرے طلاب کے لیے بطور نمونہ پیش کرتے تھے۔

آپ کے مشہور ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ سکول کی چار دیواری کے باہر مراسم عزاداری میں سوزخوانی اور خطابت بھی کرتے تھے اور آپ کے بیان اور دلسوز کلمات کے ذریعے سننے والوں کی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔

شہید صدرؒ سکول کے زمانے میں اپنے تمام ہم کلاسیوں سے زیادہ ذہین تھے۔ آپ بعض مطالب کو وقفہ کے دوران اپنے دوستوں کے لیے بیان کرتے اور مدرسہ کے نصاب کے علاوہ فلسفہ اور اس زمانہ کے جدید مباحث مارکسزم ،امپریالیزم اور دیالیٹک جیسے جدید مباحث کو اپنے دوستوں کے لیے بیان کر کے ان کو ان موضوعات کے متعلق آگاہی دیتے تھے۔

آپ کے ایک استاد بنام "ابوبرا" آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی استاد گفتگو کرتا تو آپ ادب کی خاطر سر اور نظروں کو جھکائے رکھتے تھے اور میں اسکی پاکیزگی اور بے گناہی کی وجہ سے اس سے محبت کرتا تھا اور اس کی بزرگی کی وجہ سے اسکا احترام کرتا تھا اور کبھی اس سے کہتا تھا

> آپ نے اٹھارہ سال کی قلیل مدت میں مقدمات سے لے کر تمام حوزوی نصاب کو مکمل کرلیا، دیکھنے میں یہ بہت قلیل مدت ہے لیکن شہیدؒ اس مختصر مدت میں روزانہ کی بنیاد پر سولہ گھنٹے شب وروز مطالعہ کیا کرتے تھے۔

کہ میں اس دن کا منتظر رہوں گا کہ ایک دن آپ کے نظریات اور علمی سرچشمے سے سیراب ہو جاوں۔ یہ بات سن کر آپ ادب کے طور پر سر نیچے کرتے اور کہتے: مجھے بخش دیں میں آپ اور ان لوگوں کا شاگرد رہوں گا جنہوں نے مجھے علم و دانش کا راستہ دکھایا ہے۔

آپ حوزہ علمیہ نجف میں

شہید صدرؒ نے پرائمری پاس کرنے کے بعد بہت سوں کے اصرار کے باوجود اپنی والدہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے سکول کی تعلیم کا سلسلہ چھوڑ کر حوزہ علمیہ کا رخ کیا۔ اس لیے کاظمین سے نجف کی طرف رخت سفر باندھ لیا۔ آپ کو حوزہ علمیہ نجف میں شروع سے ہی مرحوم شیخ رضا آل یاسین اور مرحوم سید خوئی جیسے بزرگ اساتذہ اور علماء کے سامنے زانوئے تلمّذ تہہ کرنے کا موقع ملا۔

گیارہ سال کی عمر میں منطق مکمل کرنے کے بعد "معالم اصول" اپنے بھائی مرحوم سید اسماعیل کی شاگردی میں پڑھا۔ آپ نے اٹھارہ سال کی قلیل مدت میں مقدمات سے لے کر تمام حوزوی نصاب کو مکمل کرلیا، دیکھنے میں یہ بہت قلیل مدت ہے لیکن شہیدؒ اس مختصر مدت میں روزانہ کی بنیاد پر سولہ گھنٹے شب وروز مطالعہ کیا کرتے تھے۔

آپ کے شاگرد

شہید صدرؒ نے اپنی حیات میں بہت سارے علمی گوہر تراشے ہیں، جن میں سے بعض تو اجتہاد کے مقام تک آپ کے سامنے کشکول علم پھیلاتے رہے ہیں۔ آپؒ کے شاگردوں میں ایسے گرانقدر شخصیات دیکھنے کو ملیں گی جن کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے، جیسے: شہید باقر حکیم، سید نورالدین اشکوری، سید محمود ہاشمی، سید عبدالعزیز حکیم، شیخ رضا نعمانی، سید کاظم حسینی حائری، سید عبدالغنی اردبیلی، شہید سید عزالدین قبانچی، سید حسین صدر، سید غلام رضا عرفانیان، شیخ محمد باقر ایروانی اور علامہ سید ذیشان حیدر جوادی ہندی۔ ان کے علاوہ بہت سارے طلاب کی تربیت کر کے مختلف ملکوں کے مومنین کے لیے تحفہ کے طور پر پیش کیا۔

آپ کے آثار اور تالیفات

شہید صدر کے علمی آثار تو اپنی جگہ روز روشن کی طرح ظاہر ہیں لیکن مختلف موضوعات جیسے اجتماعی، دینی، سیاسی، اقتصادی اور فلسفی موضوعات پر ان ایسی تحریریں موجود ہیں جو زیادہ مشہور ہوئیں جیسے:

۱۔ اقتصادنا

۲۔الاسس المنطقية للاستقراء (اس کتاب کا فارسی ترجمہ کئی بار چھپ چکا ہے)

۳۔الاسلام يقود الحياة ؛(اس کتاب کے چھے جزوات، انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد ۱۳۹۹قمری میں چھپ چکے ہیں)

الف۔لمحةفقيهيةتمهيدية عن مشروع دستوع الجمهورية الاسلامية فی ایران

ب۔صورة عن اقتصاد المجتمع الاسلامی

ج۔خطوط تفصيلية عن اقتصاد المجتمع الاسلامی

د۔خلافة الانسان و شهادة الانبياء

ھ۔ منابع القدرة فی الدولة الاسلامية

و۔ الاسس العامة للبنك فی المجتمع الاسلامی

۴۔البنك اللاربوی فی الاسلام؛ یہ کتاب مقالے کی صورت میں ماہانہ کی بنیاد پر چھپتی رہی ہے۔

۵۔بحوث فی شرح العروة الوثقى

۶۔ بحوث حول المهدی (عج) (آقای علی حجتی کرمانی نے اسکا فارسی ترجمہ کیا ہے جو کئی بار چھپ کر بازار میں آچکا ہے)۔

۷۔بحث حول الولاية؛اس کتاب کا بھی "تشیع مولود طبعی اسلام" کے نام سے فارسی میں ترجمہ موجود ہے۔

۸۔بلغة الراغبين؛

۹۔ دروس فی علم الاصول؛(یہ کتاب حلقات کے نام سے تین جلدوں پر مشتمل ہے)

۱۰۔فدک فی التاريخ؛(یہ کتاب پیغمبر اکرم کی رحلت کے بعد پیش آنے والے تلخ واقعہ فدک پر مشتمل ہے اسکا بھی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہے)

۱۱۔ فلسفتنا؛(اس کتاب میں فلسفہ اسلامی کو جدید نظریات کے ساتھ تقابلی جائزہ لیکر تطبیقی بحث کی ہے)

۱۲۔غاية الفكر فی علم الاصول؛

۱۳۔المعالم الجديدة الاصول؛

۱۴۔المدرسة الاسلاميه؛

۱۵۔منهاج الصالحين؛

۱۶۔موجز احكام الحج۔

آپ کا علمی مقام

شہید اعلی اللہ مقامہ کا علمی مقام صرف فقہ اور اصول تک محدود نہیں ہے؛ بلکہ انہوں نے منطق، فلسفہ، اقتصاد، اخلاق، تفسیر، تاریخ اور بہت سارے موضوعات پر جدید فکری تقاضوں کے مطابق گفتگو کی ہے۔

استاد شہید صدر کی تالیف کردہ کتاب "المعالم الجدیدۃ للاصول" کے مرحلہ چہارم میں آپ نے اس انداز میں بحث کی ہے جیسے دریائے علم اصول سے گوہر نایاب چنے ہیں۔ مباحث سیرۃ عقلائیہ، سیرہ متشرعہ اور بحث حجیت قطع میں جو جدید مباحث بیان کئے ہیں وہ یقینا شہید کی اوج علمی کی نشانی ہے۔

کتاب فلسفتنا اور اقتصادنا دونوں میں نئے دلائل کی روشنی میں فلسفہ مادی اور اقتصادی مارکسزم اور کیپٹلزم پر تنقید کی ہے، اسی طرح علم منطق، تاریخ، تفسیر اور باقی علمی میدانوں میں موثر انداز میں جدید تقاضوں کے مطابق تالیفات اور تقاریر موجود ہیں۔

جماعۃ العلماء کی تاسیس اور آپ کا کردار

اس ادارہ کی تاسیس ایک اسلامی قدم تھا جس کی بنیاد نجف کے بزرگان میں سے کچھ دانشوروں پر مشتمل ایک گروہ کے ذریعے رکھی گئی۔ شہید باقر حکیم اسی "جماعۃ العلماء" کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ کہنا حق بجانب ہو گا کہ اس گروہ جماعۃ العلماء کو تشکیل دینے میں شہید صدرؒ سمیت نجف کے تمام مراجع عظام (جیسے آیت اللہ محسن حکیم) نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اگرچہ شہید کمسنی کی وجہ سے رسمی طور پر اس گروہ کا حصہ نہیں بنے لیکن اسکی کامیابی میں آپ کا کردار ناقابل انکار ہے۔

علمائے نجف نے "جماعۃ العلماء" کے پلیٹ فارم سے بڑے بڑے اسلامی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ مختلف کانفرنسوں اور علمی نشستوں کے ذریعے عوام الناس تک اسلامی تعلیمات پہنچائی ہیں۔ اس ادارے کی زیر نگرانی ایک علمی مجلہ "الاضواء الاسلامیۃ" بھی چھپتا رہا ہے، جس کی نشر و اشاعت کی ذمہ داری حوزہ علمیہ نجف کے جوانوں پر مشتمل گروہ نے اٹھا رکھی تھی، جن میں شہید کا بھی کلیدی کردار رہا ہے۔

حزب الدعوۃ الاسلامیۃ کی تاسیس

شہید صدرؒ نے جوانی کے آغاز سے ہی ایک گروہ بنام "حزب الدعوۃ الاسلامیۃ" تشکیل دیا جو اس زمانہ کے حالات کے مطابق حوزہ علمیہ نجف میں ایک سیاسی چنگاری بھی تھا اور سیاسی اقدامات کے لیے مشعل راہ بھی۔

اس گروہ (حزب الدعوۃ الاسلامیۃ) کی تاسیس ۱۳۷۷ ہجری میں ہوئی اور چار بنیادی اصولوں کی بنیاد پر قائم ہوئی۔ وہ چار اصول یہ تھے:

الف۔ امت اسلامیہ کی فکری پرورش؛

ب۔ سیاسی اقدامات؛

ج۔ گروہ کو ہر لحاظ سے مستحکم اور مقتدر بنانا؛

د۔ امت اسلامیہ کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرنا۔

حزب الدعوۃ الاسلامیہ کی تاسیس کے بعد شہیدؒ نے پانچ سالوں کے لیے اس گروہ کو ترک کیا؛ کیونکہ کچھ عالم نما بے بصیرت علماء کی جانب سے آیت اللہ محسن حکیم کے پاس مسلسل شکایت کی جارہی تھی کہ سید محمد باقر الصدر نے "حزب الدعوۃ الاسلامیہ" کے نام سے ایک گروہ تشکیل دیا ہے، جو حوزہ علمیہ اور مراجع عظام کی بدنامی کا موجب بنے گا۔

آیت اللہ محسن حکیم نے اپنے بیٹے کے ساتھ شہید صدرؒ کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ تمام اسلامی گروہ کے رکن ہیں، لہٰذا ایک ہی گروہ کے ساتھ مختص ہو کر رہنا آپ کے لیے مناسب نہیں ہے، بلکہ تمام اسلامی مسائل کے طول و عرض پر آپ کی نظر ہونی چاہیے۔

آپ نے اس پیغام کا یوں جواب دیا: "میں نے کچھ عرصہ کے لیے اس گروہ سے کنارہ کشی اختیار کی ہے"۔ آیت اللہ محسن حکیم کی رحلت کے بعد آپ کے کندھوں پر مرجعیت کی عظیم ذمہ داری عائد ہونے لگی، جس کی بابت آپ کا یہ نقطہ نظر یہ تھا کہ "مرجعیت فقط ایک گروہ کی سرپرستی کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ پوری امت کی رہبری کرنا اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے"۔ اسی نظریئے کے تحت حوزہ علمیہ میں دو عظیم عہدوں پر فعالیت دکھانے میں کامیاب ہوگئے۔

شائستہ اور کامل نظام مرجعیت

شہید صدرؒ اپنی عمر کے آخری دس سالوں میں اپنے گھر پر "ہفتہ وار جلسہ" منعقد کرواتے تھے۔ ان جلسوں میں اپنے برجستہ شاگردوں کو بھی مدعو کرکے لاتے تھے اور ان کے ساتھ اجتماعی، سیاسی موضوعات سمیت مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے تھے۔ شیعہ، سنی تفریق کے بغیر تمام مسلمانوں اور مسلم امہ کو درپیش مسائل و مشکلات اور ان کے حل کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر سامعین تک پہنچاتے تھے۔ ان جلسوں میں امام خمینیؒ کی جدوجہد کے مختلف پہلو، اسلامی انقلاب کے بنیادی نظریات اور "شائستہ مرجعیت اور نظام یافتہ مرجعیت" جیسے موضوعات کو خاص اہمیت دی گئی تھی اور شرکائے جلسہ کو انکی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ کیا جاتا تھا۔

نظام مرجعیت کو مندرجہ ذیل چار نکات میں مختصراً بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ اسلامی تعلیمات کو تمام مسلمانوں تک پہنچانے میں حوزہ علمیہ کا پیش پیش رہنا؛

۲۔ اسلام کے اصلی مفاہیم کو زندہ کرنا اور انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں فکری تحریک کو بیدار کرنا؛

۳۔ اسلامی اور سیاسی تحریکوں کی نظارت کرنا؛

۴۔ امت اسلامی کے درمیان وحدت اور ارتباط پیدا کرنے کے لیے مراکز قائم کرنا۔

شہید صدرؒ معتقد تھے کہ شائستہ مرجعیت کا ہر زمان میں ہونا ضروری ہے تاکہ آنے والے مجتہدین اپنی مسئولیت کو اسی تسلسل میں انجام تک پہنچانے کے لیے سعی و کوشش کریں، نہ کہ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کو صفر سے شروع کرے۔ تب کہیں جاکر مرجعیت اپنی دیرینہ آرزو تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے لیے طویل مدت پر مشتمل تنظیم سازی اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت درکار ہوتی ہے۔

آپ کی گرفتاری

شہید صدرؒ کو عراق پر مسلط ظالم و جابر گروہ "بعث پارٹی" کی طرف سے چار دفعہ گرفتار کیا گیا۔ پہلی گرفتاری ۱۳۹۲ق کو ہوئی جب سید صدرؒ زہر کے اثر کی وجہ سے اپنے دو قریبی شاگرد (سید کاظم حسینی حائری اور سید عبدالغنی اردبیلی) کے ساتھ نجف ہسپتال میں زیر علاج تھے بعث پارٹی کے گماشتے اطلاع کے بغیر شہید کے گھر پر آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آئے جب ان کو معلوم ہوا کہ شہید نجف ہسپتال میں زیر علاج ہیں تو یہ لوگ ہسپتال پہنچے اور شہید کو گرفتار کرنا چاہا تو ہسپتال کا عملہ مانع ہوا اور کہا کہ شہید کی حالت زیادہ خراب ہے اس وقت ان کو گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال ان کی ضد پر شہید کو کوفہ ہسپتال کے اس وارڈ میں، جہاں بیمار قیدیوں کو رکھا جاتا تھا، داخل کروانے پر اتفاق ہوا اس طرح شہید کو کوفہ منتقل کیا گیا۔

یہ خبر امام خمینیؒ اور حوزہ علمیہ تک پہنچی تو مرحوم آیت اللہ شیخ مرتضی اور مرحوم سید صادق صدر سمیت طلاب دینی کی بڑی تعداد ہسپتال کے باہر جمع ہوگئی۔ لوگوں کی جمعیت اور شہید صدر کی نازک حالت کے باعث مجبور ہوگئے اور کم مدت میں آپ کو رہا کر دیا گیا۔

شہیدؒ کی دوسری گرفتاری ۱۳۹۷ق ماہ صفر المظفر میں ایام اربعین کے دوران ہوئی۔ شہید صدر مختلف ممالک اور گردونواح سے تشریف لانے والے زائرین کی خدمت کرنے میں مشغول تھے اس سال بہت سے زائر بعثیوں کے ہاتھوں درجہ شہادت پر فائز ہوئے تھے اور انہوں نے مرجعیت سے انتقام کا بھی بازار گرم کر رکھا تھا۔ اسی طرح کے ناپاک عزائم کے تحت شہید صدر کی گرفتاری بھی عمل میں لائی گئی۔ اس گرفتاری کے وقت اس قدر ضرب وشتم کیا جس کے آثار شہید کی رہائی کے بعد بھی نمایاں تھے۔

شہید کی تیسری گرفتاری ماہ رجب ۱۳۹۹ق میں ہوئی جب ایران میں اسلامی انقلاب تمام تر ایثار و قربانیوں کے ساتھ کامیاب ہوا۔ اس وقت بعثی گماشتوں کو خوف اور خطر لاحق ہوا کہ کہیں انقلاب کی چنگاری عراق کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے اور کہیں عراق میں بھی ایران کی طرح انقلاب برپا نہ ہو۔ اس سلسلے میں بہت سارے مومنین کو گرفتار کیا گیا ان میں سے ایک شہید عالی قدر کی ذات تھی۔ اس وقت شہید کو گرفتار کرنے کے لیے دو سو نفر پر مشتمل پولیس کا دستہ، جنگی اسباب و اسلحہ سے لیس ہو کر شہید کی منزل پر پہنچا۔ جب شہید کو گرفتار کر کے لے جایا گیا تو آپؒ کی ہمشیرہ سیدہ بنت الہدی نے ایسی تقریر کی جس میں حکومت عراق کے ناپاک عزائم خاک میں ملانے اور عوام الناس کی بیداری کے ایسے کلمات موجود تھے کہ یہ تقریر انقلاب عراق کی اہم ترین سند قرار پائی۔

چوتھی اور آخری بار شہید کی گرفتاری ۱۴۰۰ق کو ہوئی اور اسی گرفتاری کے دوران آپ نے جام شہادت نوش کیا اور چار دن کے بعد آپ کے جنازے کو آپ کے چچازاد بھائی حجۃ الاسلام سید محمد صادق صدر تک پہنچایا اور ان کی نگرانی میں آپ کی جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کی شہادت کی خبر

شہید صدرؒ کی شہادت کی خبر بہت ہی دردناک اور دلخراش تھی۔ ابو سعد (نجف سٹی پولیس کا سربراہ) اچانک شہید کے گھر پر کسی اطلاع کے بغیر پہنچ جاتا ہے اور شہید کو بغداد منتقل کر دیتا ہے اور اسی گرفتاری کے ساتھ آپ جام شہادت نوش فرماتے ہیں۔ شہید نے اپنی شہادت سے پہلے جو خواب دیکھا تھا اسے صدام کے دربار میں موجود عالم نما درباریوں کو یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ کے بھائی سید اسماعیل صدر اور شیخ مرتضی آل یسین کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان دونوں کے درمیان شہید خود تشریف فرما ہیں اور بہت سارے لوگ شہید کے پائے مبارک کو کھینچنے کے انتظار میں ہوتے ہیں۔ شہیدؒ اس خواب کو دیکھنے کے ایک ہفتہ بعد مقام شہادت پر فائز ہو جاتے ہیں اور دشمن آپ کی بہن شہیدہ سیدہ بنت الہدی کو آپ سے ملاقات کا بہانہ بنا کر بغداد بلا لیتا ہے اور ان کو بھی شہید کر دیتا ہے۔

ان دونوں مجاہدین اسلام کی شہادت کی خبر ہر جگہ پھیل جاتی ہے اور ان کی یاد میں مومنین مجالس، پیغام تسلیت، مظاہرے اور حکومت مخالف جلسے جلوس ہر جگہ منعقد کروائے جاتے ہیں۔

شعراء حضرات نے بھی اس عظیم شہادت پر اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے: جیسے ایک شاعر ڈاکٹر داود عطار اپنی محبت کا اظہار یوں کرتا ہے:

باقرالصدرمنا سلاما، ایّ باغ سقاک الحاما

انت ایقظتنا کیف تغفوانت اقسمت ان لن تناما

اے باقر صدر آپ پر میرا اسلام ہو، وہ کونسا ناپاک ہاتھ تھا جس نے آپ کے پاک جسم کو موت کی نیند سلا دیا۔ تُو نے ہمیں بیدار کیا، پس اب آپ نے خود اپنی آنکھیں کیوں بند کر لیں۔؟ کیا تمہیں وہ وعدہ یاد دلاوں کہ کہا تھا تُو کبھی بھی نہیں سوئے گا۔

منابع و مآخذ

۱-پژوہشکدہ باقر العلوم، گلشن ابرار، نشر معروف، قم، ۱۳۷۸.

۲-جامعہ اسلامی دانشجویان دانشگاہ آزاد اسلامی کرمان، زندگی نامہ شہید صدر، زعیم، تہران، ۱۳۷۹.

۳- جمشیدی، حسین، اندیشہ ھای سیاسی شہید رابع امام سید محمد باقر صدر، وزارت امور خارجہ، تہران، ۱۳۷۷.

۴-جمشیدی، حسین، نظریہ عدالت: از دیدگاہ ابو نصر فارابی، امام خمینی و شہید صدر، پژوھشکدہ امام خمینی رحمہ اللہ و انقلاب اسلامی، تھران، ۱۳۸۰.

۵- حسینی حائری، کاظم، زندگی و افکار شہید بزرگوار آیت اللہ العظمی سید محمد باقر صدر، ترجمہ و پاورقی حسن طارمی، وزارت فرھنگ و ارشاد اسلامی، تھران، ۱۳۷۵.

۶-قبانچی، صدر الدین، اندیشہ ھای سیاسی آیت اللہ شہید سید محمد باقر صدر، ترجمہ ب. شریعت مدار، خدمات فرھنگی رسا، تھران، ۱۳۶۲.

۷- قلی زادہ، مصطفی، شہید صدر بر بلندای اندیشہ و جھاد، سازمان تبلیغات اسلامی، تھران، ۱۳۷۲.

۸-نعمانی، رضا، شہید الامۃ و شاھدھا: دراسۃ وثائقیۃ لحیاۃ و جھاد الامام الشہید السید محمد باقر الصدر، کنگرہ جھانی امام شہید صدر، قم، ۱۴۲۴ق.

۹- اندیشہ تقریب ۱۳۸۵ شمارہ ۶

شہید صدرؒ، شاگردوں کی نگاہ میں

(آیت اللہ سید نورالدین اشکوری کا انٹرویو)

(آیت اللہ سید نور الدین اشکوری ۱۳۱۶ ہجری میں نجف اشرف میں پیدا ہوئے۔ آپ، شہید صدرؒ کے ابتدائی شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اس وقت شہید صدرؒ کی شاگردی اختیار کی، جب شہیدؒ اتنے معروف نہیں تھے۔ آپ، شہید کے قابل اعتماد افراد میں سے ایک تھے، جو مختلف اجتماعی فعالیتوں میں اہم مناصب پر فائز رہے۔ شہیدؒ کے ساتھ دلی وابستگی کی بنا پر آپ ان کی شخصیت، زندگی اور افکار کی خصوصیات سے بہتر آشنا ہوئے۔ آپ نے "شہید صدر بین الاقوامی کانفرنس" کے ساتھ ہی پژوہشگاہ تخصصی شہید صدر کی بنیاد رکھی اور ان کے تمام قلمی آثار کو پہلی بار "موسوعۃ الامام الشہید السید محمد باقر الصدر" کے عنوان سے شائع کیا۔ آپ ۱۳ اردیبہشت ۱۳۹۸ شمسی کو قم میں انتقال کر گئے۔ ذیل میں آپ کے شہید صدر کے بارے میں انٹرویوز سے کچھ اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔)

آیت اللہ اشکوری نے شہید صدرؒ کے افکار کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ: جو کچھ شہیدؒ کے بارے میں بیان کر رہا ہوں وہ میری اپنی معرفت کے مطابق ہے نہ ان کی شخصیت وافکار کی حقیقت۔

سب سے پہلے یہ کہنا چاہوں گا کہ شہید، ایک نابغہ تھے۔ کسی نابغہ کو غیر نابغہ سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آپؒ اپنی خداداد صلاحیت کے پیش نظر جس میدان میں بھی اترتے، ان میں یا تو خود صاحب نظر تھے اس لیے نئے نظریات پیش کرتے یا موجودہ نظریات کی تفسیر وو ضاحت کرتے ہوئے سب سے اہم مسئلے کا جواب دیتے تھے۔ اگرچہ ان کا سب سے زیادہ کام فقہ واصول میں نظر آتا ہے، لیکن فلسفے میں بھی ان کے ایسے جدید نظریات ہیں جو بہت سے مشکل مسائل کو حل کرتے ہیں۔ البتہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کے فلسفی نظریات علمی حلقوں میں زیادہ بیان نہیں ہوئے۔ صرف فلسفتنا اور دیگر کتابوں کے کلامی پہلو پر بحث ہوئی ہے۔ آپ کی کتاب "الاسس المنطقیہ" پر تاکید کرتا ہوں یہ کتاب نہ صرف مغرب بلکہ ہمارے دینی مدارس میں بھی ابھی تک متعارف نہیں ہوئی ہے۔ میں اس بارے میں تفصیل بیان نہیں کر سکتا لیکن اجمالی طور پر یہی کہوں گا علمی اور فکری اعتبار سے آپ کی اہم ترین کتاب یہی الاسس المنطقیہ ہے۔ شہید صدرؒ نے دیگر موضوعات میں بھی جدید نظریات پیش کئے ہیں اور اسلامی معاشرے کے مختلف مسائل ومشکلات کا جواب اور راہ حل پیش کیا ہے۔

سیرت ائمہؑ کے بارے میں شہید صدرؒ کی روش، تجزیہ و تحلیل یا جدید نظریہ کے حوالے سے آپ کا کہنا ہے کہ: جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ کی زندگی کے مختلف ادوار تھے۔ حضرت علی کی زندگی میں ایک وقت پیغمبر کے ساتھ ایک فداکار سپاہی، خلفا کے دور میں ایک صبور شخصیت، خلافت کے دور میں ایک عادل حاکم کے طور پر نظر آتے ہیں۔ امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کے ساتھ صلح جبکہ امام حسین نے یزید کے خلاف قیام کیا۔ کیا ان دونوں میں اختلاف ہے؟ ظاہری اور عوامی نظر میں ایک طرح کا تضاد نظر آتا ہے۔ علمانے مختلف ادوار میں انتہائی گرانقدر اور گہرا تجزیہ و تحلیل پیش کیا ہے؛ لیکن ایک منظم و منسجم تجزیہ جو تمام ائمہ کے ادوار پر صادق آئے اور تمام اجتماعی مسائل اور ہر زمانے کے مسائل کا حل پیش کرے یعنی ایسی تفسیر کہ تمام ائمہ کو ایک ہی نور، ایک ہی ہدف اور راستے پر قرار دیں، شہید صدرؒ کے سوا کسی کے ہاں دکھائی نہیں دیتی، جو آپ نے اپنی تقریروں میں بیان کی ہے۔ اس سلسلے میں شہید کے مطالب تاریخی، علمی اور تجزیاتی لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں اور یہ نظریات ہمارے لیے مختلف مسائل میں انتہائی کارآمد اور آئندہ کے لیے راہ گشا بھی ہیں۔

آیت اللہ اشکوری کا کہنا ہے کہ: شہید صدرؒ کا کوئی اقدام ایسا نہ تھا یا ان کی کوئی بات ایسی نہ تھی جس میں اسلامی امت کی ضرورت کا احساس پوشیدہ نہ ہو، یا آپؒ نے کوئی عہدہ نہیں سنبھالا مگر امت کی ضرورت کے لیے۔ آپ کے آثار، تالیفات، افکار اور اقدامات خدا کی بندگی اور رضایت کے لیے تھے۔

شہید صدرؒ کی شہرت کے حوالے سے آیت اللہ اشکوری کا کہنا ہے کہ "اقتصادنا" شہید صدر کی پہلی کتاب تھی جو پوری دنیا میں آپ کی وجہ شہرت بنی اور اسی کے ذریعے آپ کو عالم اسلام میں ایک عظیم حاصل ہوا۔ آپ پہلے اس کتاب کو "جماعۃ العلماء" کے نام سے شائع کرنا چاہتے تھے مگر بعض ارکان نے اس کتاب کے بعض مندرجات سے اختلاف نظر کیا، اس لیے آپ نے اپنے نام سے شائع کی۔

آپ نے شہید صدرؒ کو حقیقی عبد خدا قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ ایسے انسان تھے جس میں ایک عبد خدا کی حقیقی نشانیاں تھیں اور وہ عظیم صفات جو ایک دینی پیشوا میں ہونی چاہییں، ان میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

شہید صدرؒ کی تفسیر موضوعی کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ شہید صدرؒ سے پہلے اس موضوع پر عالم اسلام کی بعض شخصیات نے اپنی تحریریں پیش کی ہیں، مگر جس جامع انداز میں اور ایک نظریے کی صورت میں شہید صدرؒ نے جو تفسیر موضوعی پیش کی ہے وہ کسی دوسرے کے ہاں نہیں اور ان کا نظریہ، اسلامی امت کے لیے واضح، مفید اور دقیق ہے۔ یہ نظریہ پردازی آپ کی کتاب ہمارے اقتصادیات اور بلا سود بینک اور دیگر کتابوں میں نمایاں نظر آتی ہے۔ شہید صدرؒ کی تفسیر موضوعی، نظریاتی میدان میں اپنی مثال آپ ہے۔

شہید صدر نے تفسیر موضوعی میں مسائل اور اجتماعی مشکلات کو قرآن کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی اور اس روش تفسیر کو اجتماعی مسائل کو حل کرنے کے لئے بنیادی کلید کے طور پر پیش کیا، اس وقت بھی بہت سے جدید موضوعات ایسے ہیں جن کو قرآن سے استنباط کرنے کی ضرورت ہے۔

شہیدؒ کی نظر میں استنطاق کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی بھی جدید موضوع سامنے آجائے تو ہم قرآن سے پوچھ کر اس کے بارے میں اسلام کے نظریئے کو جان لیتے ہیں، کیونکہ یہ موضوع پیغمبر اور ائمہ کے زمانے میں موجود نہیں تھا، لہٰذا قرآن سے پوچھ کر اس مسئلے کو حل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اگر ہم قرآن کے بارے میں استنطاقی طریقے کو سمجھ لیں تو عالم اسلام کے مسائل کو حل کرنے کی بنیادی کلید ہمارے ہاتھ میں آئے گی۔ قرآن سے پوچھ کر مسائل کو حل کرنے کا نظریہ اس سے پہلے کسی نے پیش نہیں کیا تھا، شہیدؒ نے ان قرآنی مباحث میں غور کر کے مختلف اور جدید مسائل کو قرآن سے حل کرنے پر توجہ دی اور اس ضرورت کا احساس کیا کہ اس روش سے آئندہ نسلوں کو آگاہ کریں۔ اسی طرح اقتصاد کے بارے میں بھی اب تک مختلف شخصیات نے کتابیں لکھی ہیں ان سب میں اقتصاد کا سادہ اور متفرق پہلو مدنظر رکھا گیا ہے جن میں کوئی نظریہ پردازی نظر نہیں آتی۔ لیکن شہید صدرؒ نے اپنی کتاب "ہمارے اقتصادیات" اور "بلا سودی بینک" میں پہلی بار جدید نظریات پیش کئے۔ اقتصادی میدان میں آپ کا یہ ایک مبتکرانہ کام تھا۔

انہوں نے تفسیری ابحاث میں قرآن میں سنن تاریخی کی بحث کو موضوعی شکل میں پیش کیا اور عصر حاضر تک تاریخی سنن کے حوالے سے شہید صدر کا نظریہ انتہائی جامع اور سب سے اعلیٰ ہے اور قرآن سے تاریخی سنن کے بارے میں ایک محکم نظریہ، معاشرے میں پیش کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جب کہ اس موضوع پر مزید گفتگو کی گنجائش موجود ہے۔

آیت اللہ اشکوری نے پژوہشگاہ شہید صدر کی تاسیس اور فعالیت کے حوالے سے کہا کہ: ۱۳۷۹ ہجری شمسی کو تہران میں شہید صدرؒ کے حوالے سے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی یہ ایک عظیم اور بے مثال کانفرنس تھی جس میں مختلف ممالک سے سے عالم اسلام کے علما، مولفین، محققین اور دانشوروں کی ایک بڑی تعداد مدعو تھی اور تین دن مسلسل صبح، دوپہر اور شام تین نشستوں میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی اور مجموعی طور پر ۲۱۰ مقالات شہید صدر کے مختلف علمی وفکری پہلوؤں پر پیش کئے گئے۔ اس کانفرنس میں بڑی تعداد میں اہم شخصیات نے شرکت کیں۔

اس کانفرنس کے اختتام پر میں اور دیگر شہید کے بعض شاگردوں نے بات پر اصرار کیا کہ شہید کے آثار و تالیفات کی جمع آوری کے لیے ایک ادارہ قائم کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ ہمیں معلوم تھا کہ یہ کانفرنس ختم ہوگی لیکن شہید کے نظریات وآثار کے لیے کوئی موثر اقدام نہیں ہوگا۔ اس لیے یہ موسسہ، سازمان فرہنگ وارتباطات، جمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی اور جمع جہانی اہل بیت کے ذریعے تشکیل پائی بلکہ آپ کے شاگردوں کے ذریعے بنیاد رکھی گئی۔

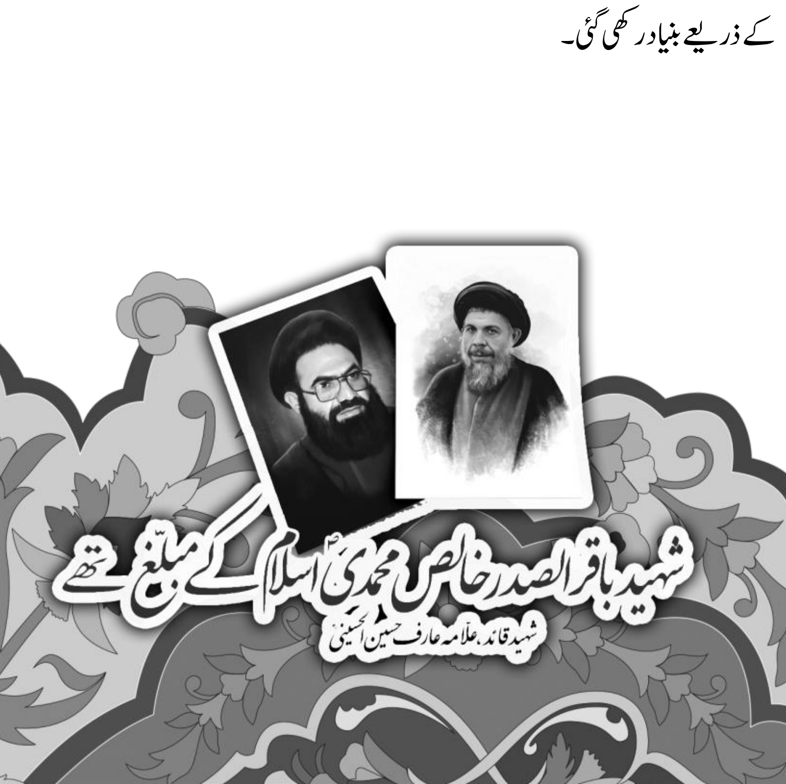

شہید صدرؒ کی شخصیت، افکار اور خدمات

شہید صدرؒ کے فاضل شاگرد حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن جعفری

امام جمعہ وجماعت جامع مسجد سکردو سے کئے گئے کچھ سوالات

✍ شہید صدرؒ کی بابرکت زندگی کے حوالے سے مختصر اظہار خیال فرمائیں۔

۞ شہید صدرؒ کی بابرکت عمر، صرف سینتالیس سال تھی۔ اس مختصر عرصے میں آپ نے گرانقدر خدمات انسانیت کے لئے انجام دی آپ کے بارے میں وہی قول صادق آتا ہے جو سید رضی کے بارے میں ہے: فیالک من عمر قصیر طاهر

سینتالیس سال انسان کی جوانی ہوتی ہے جس میں آپ ظالم، طاغی، باغی اور سفاک قاتل صدام کے مظالم کا نشانہ بنے اور شہید ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کی بہن کو بھی شہید کیا جس طرح امام حسین کے پیغام کو پہنچانے کے لئے عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینب کبری نے قولی و عملی تحریک چلائی اسی طرح شہید کے پیغام کو پھیلانے کے لئے آپ کی بہن آمنہ بنت الہدی نے تحریک اور تبلیغ کی راہ میں قربانی پیش کی اور ان کی گولی کا نشانہ ایک جسم نہ بنا، بلکہ کتنے ہی علوم بھی اس کا نشانہ بنے جن سے نہ صرف مسلمان، نہ صرف شیعہ، بلکہ پوری انسانیت محروم رہ گئی، کیونکہ آپؒ، مختلف انسانی علوم کے بھی ماہر تھے۔

✍ شہید صدرؒ کی علمی شخصیت اور فکری نبوغ مشہور ہے ۔اس حوالے سے ان کی مہارت کن علوم میں زیادہ تھی؟

۞ ہم عام طور پر یہ سنتے ہیں کہ فلاں شخص "تتفجر العلوم من جوانبه" یعنی علوم کے چشمے اس سے پھوٹ رہے ہیں۔ یہ محسوس کے ذریعے معقول کو سمجھانے کی ایک مثال ہے۔ اس حوالے سے میں، بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں، اوراپنی بات کی خاطر قسم بھی کھا سکتا ہوں کہ جو بھی شہید صدرؒ کے پاس کچھ لمحات کے لئے بیٹھ جاتا، اسے یہ احساس ضرور ہوتا۔ عظیم شخصیات اور مفکرین ان سے مختلف سوالات پوچھتے تھے، فقہ، اقتصاد، فلسفہ، اصول، اقتصاد، یہاں تک کہ ریاضی کے سوالات پوچھے جاتے تھے اور آپ ان سب کا جواب دیتے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے بھی ان کی شکل میں علم کے ایک چشمے کو ابلتے ہوئے مشاہدہ کیا۔ آپ کی دو کتابیں آج بھی مشہور ہیں ایک "اقتصادنا" ور دوسرا "فلسفتنا" یہ دونوں آج بھی دنیا کے لئے چیلنجز کر رہی ہیں۔ کیا آج عالم اسلام کا کوئی مفکر اس طرح کی کتاب لکھ سکتا ہے؟

✍ شہید کی شاگردی کے حوالے سے آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

۞ میں نے ان کتابوں کو درس کے طور پر پڑھا۔ شوق تھا، شہید سے والہانہ عقیدت تھی، ان سے آمدورفت تھی۔ وہ نجف کی مسجد طوسی میں درس خارج دیتے تھے۔ آپ اپنے کے استاد اور استاد المجتہدین حضرت آیت اللہ خوئی کی حیات میں ہی درس خارج دیتے تھے۔ انہیں ایام میں ہم نے بھی کچھ وقت ان کے دروس سے استفادہ اور کسب فیض کیا۔ میں سمجھتا ہوں یہ میری طالب علمی کے زمانے عظیم کا اثاثہ ہے۔

✍ شہید کی علمی شخصیت کے ساتھ آپ کا اخلاقی پہلو بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس حوالے آپ کیا فرمانا پسند کریں گے؟

۞ آپ کی نورانی شخصیت، اخلاق کا مجسمہ تھی۔ آپ کے بیان میں سحر انگیزی تھی جسے آج کے زمانے میں "عبقری شخصیت" سے تعبیر کرتے ہیں یعنی وہ انتہائی نادر ہیرا تھے۔ ظالموں نے آپ کو مخفی رکھنے کی کوشش کی اور رات کو دفن کیا، کسی کو قبر کا معلوم ہونے نہیں دیا۔ لیکن اب وادی سلام میں عالیشان مرقد تعمیر کی گئی ہے شان و شوکت بنایا: یریدون لیطفئو نور اللہ... اور ان کے علمی وفکری سرمایے سب اہل علم و تحقیق سیراب ہورہے ہیں۔

✍ اپنے شاگردوں کے ساتھ ان کے روابط کیسے تھے؟

۞ وہ ہمیشہ شاگردوں کے احترام میں کھڑے ہوجاتے۔ ان کی شخصیت اور عزت نفس کا بھرپور خیال رکھتے تھے۔ پاکستان سے ان کے خاص شاگرد تھے۔ شاگرد کے لیے "مفید ومستفید" کی شرط رکھتے تھے، یعنی: وہ متعلم بھی ہو اور معلم بھی۔ مجھے بھی شہید کی یہ خاص عنایت حاصل رہی ہے۔ شہریہ لفانے میں ڈال کر کمرے میں بھجوا دیتے تھے، یہ آج سے

پینتالیس پچاس سال پہلے کی بات ہے۔ کس قدر عزت نفس کا خیال تھا ان کو کیونکہ اگر عزت نفس انسان میں نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہے۔

شہید نے سیاست میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کا اہم پیغام کیا تھا؟

وہ "حزب الدعوۃ" کے بانی تھے مگر یہ انجمن مخفیانہ تھی جواب بھی عراق کی سیاست میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ علماو مفکرین اس میں شامل تھے۔ جماعہ العلما، فکری غذا فراہم کرتی، جس کا مرکزی کردار بھی آپ انجام دیتے تھے مگر یہ کام مخفیانہ ہوتا تھا، کیونکہ علانیہ کام کرنے کے لئے حالات سازگار نہیں تھے۔ اس لیے آپ کے بہت سارے شاگرد شہید ہوئے۔ اتحاد امت مسلمہ، آپ کی تعلیمات کا اہم حصہ ہے۔

شہید کے اہم افکار و نظریات پر مختصر روشنی ڈالیں۔

ایک مجتہد وفقیہ نے پہلی بار اقتصاد، فلسفہ ڈیالیٹیک، بلاسودی بینک جیسے جدید موضوعات پر قلم اٹھایا، جو اس زمانے میں بھی بے نظیر تھا اور آج بھی ہے۔ جدت فکر کی علامت ہے، اقتصاد اسلامی کو سوشلزم و مارکسزم کے مقابلے میں منظر عام پر لایا۔ یہ اہم کتابیں ہیں۔

ان کے علاوہ چھوٹی کتابیں ماذا تعرف عن اقتصاد الاسلامی لکھی جس میں علم اقتصاد اور مذہب اقتصاد میں فرق بیان کیا گیا ہے کہ جب اسلامی نظام آئے تو پہلے مکتب اقتصاد آئے گا، اس کے بعد علم اقتصاد۔ لیکن آج کا نظام، سرمایہ دارانہ ہے۔ کیپٹلزم آج بھی باقی ہے لیکن سوشلزم و کمیونزم کا وجود تقریبا دنیا سے ختم ہوا ہے۔ اس کے مقابلے میں معاشی نظام اسلامی کو واضح و شفاف انداز میں شہید نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ سارے آپ کے فکری ابتکارات میں سے ہیں۔

درسی کتب میں حلقات کو علم اصول نظری و عملی میں کتنا اہم مقام حاصل ہے۔ جدید اسلوب اور بہترین عبارت میں پیش کیا ہے۔ جس کی وجہ سابقہ قدیمی کتب جیسے معالم وغیرہ سے ہم بے نیاز ہو گیے ہیں۔ آپ کے فقہی نظریات بھی انتہائی اہم ہیں جن کو آیت اللہ سید محمود شاہرودی نے بحوث فی شرح عروۃ الوثقی کے نام سے تقریرات پیش کی ہے۔ یہ تفصیلی کتاب ہے۔

شہید صدرؒ کے افکار کے سلسلے میں جوانوں کو کیا پیغام دیں گے؟

جوان کو چاہیے کہ شہید صدرؒ کے افکار کا گہرائی سے مطالعہ کریں، شہید کے نظریات میں فکری وانقلابی اہم فکار موجود ہیں۔ شہید کی کتب عالمانہ و محققانہ ہے۔ ان کو اہل فن وہنر سے رجوع کر کے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ شہید نے اسلامی تحریکوں کے لئے بھی نظریات پیش کئے ہیں اگرچہ آپ عراق میں تھے مگر آپ کا دل پوری امت کے لئے دھڑکتا تھا۔

آپ ہمیشہ امام خمینی سے رابطے میں رہتے تھے۔ ہمیشہ انقلاب اسلامی کی حمایت کرتے یہاں تک کہ آپ کے ایک مشہور جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر شہید، امام سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے: ذوبوا فی الخمینی کما هو ذاب فی الاسلام۔ یعنی امام خمینی میں اس طرح ضم ہو جاو، جیسے وہ اسلام میں ضم ہوئے ہیں۔

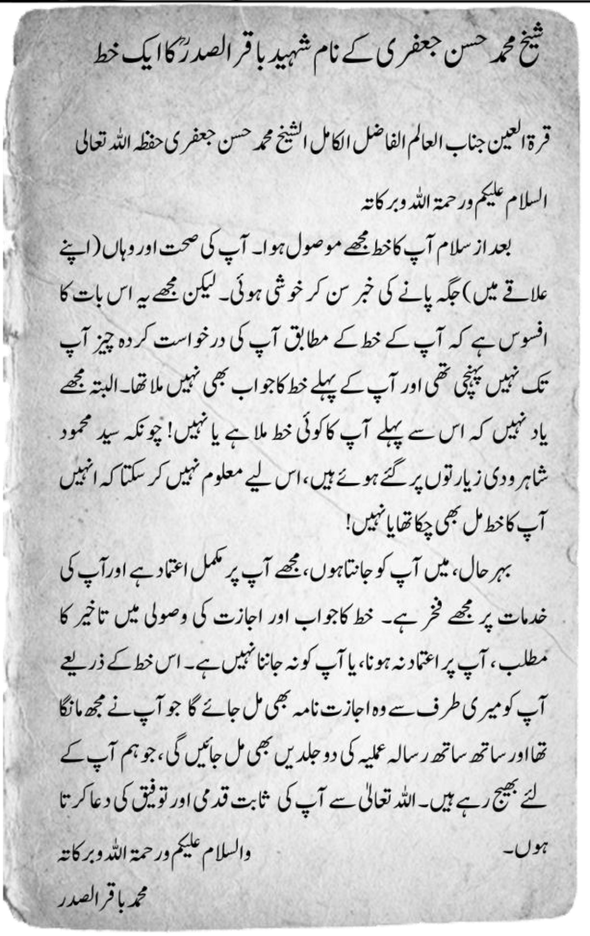

شیخ محمد حسن جعفری کے نام شہید باقر الصدرؒ کا ایک خط

قرۃ العین جناب العالم الفاضل الکامل الشیخ محمد حسن جعفری حفظہ اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام آپ کا خط مجھے موصول ہوا۔ آپ کی صحت اور وہاں (اپنے علاقے میں) جگہ پانے کی خبر سن کر خوشی ہوئی۔ لیکن مجھے یہ اس بات کا افسوس ہے کہ آپ کے خط کے مطابق آپ کی درخواست کردہ چیز آپ تک نہیں پہنچی تھی اور آپ کے پہلے خط کا جواب بھی نہیں ملا تھا۔ البتہ مجھے یاد نہیں کہ اس سے پہلے آپ کا کوئی خط ملا ہے یا نہیں! چونکہ سید محمود شاہرودی زیارتوں پر گئے ہوئے ہیں، اس لیے معلوم نہیں کر سکتا کہ انہیں آپ کا خط مل بھی چکا تھا یا نہیں!

بہر حال، میں آپ کو جانتا ہوں، مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے اور آپ کی خدمات پر مجھے فخر ہے۔ خط کا جواب اور اجازت کی وصولی میں تاخیر کا مطلب، آپ پر اعتماد نہ ہونا، یا آپ کو نہ جاننا نہیں ہے۔ اس خط کے ذریعے آپ کو میری طرف سے وہ اجازت نامہ بھی مل جائے گا جو آپ نے مجھ سے مانگا تھا اور ساتھ ساتھ رسالہ عملیہ کی دو جلدیں بھی مل جائیں گی، جو ہم آپ کے لئے بھیج رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کی ثابت قدمی اور توفیق کی دعا کرتا ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد باقر الصدر

مغربی اقدار اور سید محمد باقر الصدر شہیدؒ

زاہد حسین زاہدی۔ قم

مقدمہ

عصر حاضر میں مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا چیلنج عالم اسلام پر مغربی اقدار اور نظریات کا غلبہ ہے یہ غلبہ نہ صرف عسکری میدان تک محدود رہا بلکہ اس نے عالم اسلام کے فکری اور تہذیبی حدود کو بھی پارہ پارہ کر دیا ہے۔ چونکہ اب مغربی اقدار صرف اس بات پر متمرکز نہیں ہیں کہ عسکری قوت کے ذریعے سے عالم اسلام پر غلبہ حاصل کیا جائے بلکہ نت نئے علوم اور فنون اور جدید وسائل اور ذرائع کی روز بہ روز ترقی سے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ یا یوں کہیں کہ عامۃ الناس بے حد متاثر ہو رہے ہیں۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کے عقائد، تاریخ، فقہ اور تفسیر یہاں تک ان کی چال اور چلن اور رہن سہن کے اطوار بھی کسی نہ کسی حد تک متاثر ہوئے ہیں۔ یہ وہ پیچیدہ معمہ ہے جو عصر حاضر میں عالم اسلام کو درپیش ہے۔ آیت اللہ جعفر سبحانی اپنی کتاب" قرآن کا دائمی منشور "میں بیان کرتے ہیں کہ "دینی مسائل اور اصول مذہب بھی نئی مغربی فکر کی زد میں آ گئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب والوں نے اپنے سارے فیصلے قوت حسی اور تجربہ پر استوار کئے اور ماوراء طبیعی مسائل سے منہ موڑ کر بعض اوقات اس کے خلاف فیصلے سنائے۔ چنانچہ جو چیز ان کے تجربات سے باہر تھی، اسے افسانہ اور من گھڑت قرار دیا گیا۔ جب یہ طرز فکر مشرق میں پہنچا تو اس کا لازمی نتیجہ ماوراء طبیعت مسائل اور معارف الٰہی کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلنا ہی تھا۔ چنانچہ کچھ لوگوں کو اس نے الحاد اور انکار کی طرف مائل کیا اور بعض کو بہت سی آیات قرآنی کی تاویل پر آمادہ کیا۔ یہاں تک کہ انبیاؑ کے معجزات، روح، فرشتے اور عالم برزخ جیسے موضوعات بھی، جو قرآنی نگاہ سے درست تھے، اب مادہ پرستی کے اصولوں پر پرکھے جانے لگے اور اسی نہج پر ان کی تفسیر ہونے لگی ہے۔ علم طبعیات کی ترقی نے کچھ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ان مسائل میں حدود سے تجاوز کرتے ہوئے بہت سی آیات قرآنی کی طبعیات اور ریاضی کے قوانین کے مطابق توجیہ کریں۔ گویا قرآن محض ایک طبیعیات اور کیمیا کی کتاب ہے۔ اس کا دوسرا نہ کوئی ہدف ہے نہ مقصد" (قرآن کا دائمی منشور، ج۱، ص۲۵-۲۶)

اسی طرح شہید صدر کے حوالے سے کتاب اقتصادنا کے مقدمہ میں علامہ ذیشان حیدر جوادی لکھتے ہیں "کتاب کے پہلے حصہ میں معاشیات کے علمی پہلو کو محور بحث بنایا گیا ہے۔ اس میں آدم اسمتھ، ریکارڈ، کارل مارکس سے لیکر لنین اور اسٹالین تک کے اشتراکی نظریات اور جدید ترین امریکہ کے راسمالی تصورات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ قیمت کی بنیاد، قیمت کے اقسام، ذاتی ملکیت کے فوائد و نقائص، سرمایہ داری کی بنیادیں، اشتراکیت کے اصول، اسلام کے امتیازی نشانات سے بحث کر کے یہ واضح کیا گیا علمی اصول و قوانین کی روشنی میں بھی اشتراکیت و راسمالیت کے اصول و تعلیمات نامکمل ہیں اور اسلام ہی دنیا کا وہ واحد نظام ہے جس کے اصول اور آئین کسی دور معاشیات میں ناکام نہیں ہو سکتے ہیں۔" (اقتصادنا، ص۹۵)

اس چیلنج کو مد نظر رکھتے ہوئے شہید صدرؒ آج کا انسان اور اجتماعی مشکلات نامی کتاب میں یوں لکھتے ہیں "دور حاضر کا وہ اہم مسئلہ جس نے انسانی فکر کو پراکندہ کر دیا اور جس کا تعلق براہ راست انسانی زندگی کی گہرائیوں سے ہے اور ایک ایسے نظام کی تلاش کا ہے جو انسانیت کے لئے مفید اور اجتماعی زندگی کے لئے موزوں و مناسب ہو" اسی وجہ سے آگے چل کر فرماتے ہیں "اجتماعی زندگی کے بنیادی مسئلے کو سمجھ لینے کے بعد ہمیں یہ دیکھنا پڑیگا کہ آج کا انسان، اس مسئلے کو حل کرنے کی کتنی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ کن شرائط و لوازم سے آراستہ ہے تاکہ صحیح طور پر یہ اندازہ ہو سکے کہ اس کے جواب میں کتنا وزن ہے۔ مثال کے طور پر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ انسانی سماج کے لئے سرمایہ دار نظام زیادہ مناسب ہے یا اشتراکی نظام؟ " (آج کا انسان اور اجتماعی مشکلات، ص۷)

ابوالحسن ندوی اپنی کتاب "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش "میں لکھتے ہیں "میرے نزدیک یہی اس وقت مسلم ممالک کا سب سے بڑا اور حقیقی مسئلہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب کے بارے میں یہ ممالک کیا

رویہ اختیار کرتے ہیں؟ اور اپنے معاشرے کو موجودہ زندگی سے ہم آہنگ بنانے اور زمانے کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کون سی راہ اختیار کرتے ہیں؟ اور اس میں کس حد تک ذہانت جرائت کا ثبوت دیتے ہیں؟۔(مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص۷) آپ مزید اس کشمکش کو روشن کرتے ہوئے لکھتے ہیں" اس وقت تقریبا تمام مسلمان ممالک ایک ذہنی کشمکش اور شاید زیادہ صحیح الفاظ میں ایک ذہنی معرکہ برپا ہے، جس کو ہم اسلامی افکار و اقدار اور مغربی اقدار و افکار کی کشمکش یا معرکہ سے تعبیر کرسکتے ہیں، ان ملکوں کی قدیم تاریخ، مسلم اقوام کی اسلام سے گہری وابستگی اور محبت اور جس نام پر جنگ آزادی لڑی اور جیتی گئی سب کا دعوی ہے اس سرزمین پر صرف اسلامی افکار اور اقدار کا حق ہے اور یہاں صرف اس مسلک زندگی کی پیروی جائز ہے، جس کی اسلام نے دعوت دی ہے اس کے برعکس جس طبقہ کے ہاتھ میں اس وقت اسلامی ممالک کی زمام کار ہے، اس کی ذہنی ساخت، اس کی تعلیم وتربیت اور اس کی ذاتی و سیاسی مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ ان ممالک میں مغربی افکار و اقدار کو فروغ دیا جائے اور ان ممالک کو مغربی ممالک کے نقش قدم پر چلایا جائے اور جو دینی تصورات، قومی عادات، ضوابط حیات، قوانین و روایات اس مقصد میں مزاحم ہوں، ان میں ترمیم و تنسیخ کی جائے اور بالاختصار یہ کہ ملک و معاشرہ کو تدریجی طور پر مغربیت کے سانچے میں ڈھال لیا جائے۔ (مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص۱۱)

شہید صدر اپنی کتاب اقتصادنا میں اس المیہ کو یوں بیان کرتے ہیں" جب سے عالم اسلام نے یورپ کی زندگی کا جائزہ لینا شروع کیا اور تہذیب و تمدن کے قافلے میں اسے میر کارواں کی حیثیت دے کر اپنے حقیقی پیغام اور آسمانی نظام کو نظر انداز کر دیا، اسے بھی یورپ جیسی تقلیدی تقسیم کا احساس ہونے لگا اور یہ بھی سوچتا ہے کہ اقتصادی سطح پر دنیا کے ممالک دو حصوں میں بٹے ہوئے ہیں:" ترقی یافتہ اور پسماندہ"۔ اور چونکہ اسلامی ممالک کا شمار پسماندہ ممالک میں ہوتا ہے اس لئے یورپ کی منطق کے حساب سے اس کا فرض ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی رہنمائی پر ایمان لاکر ان کے لئے راستہ کھول دیں تاکہ وہ اپنی روح پھونک کر سطحی ارتقا کے راستے ہموار کرلیں۔ یہی وہ طرز فکر ہے جس نے عالم اسلام کو مغربی تہذیب و تمدن کی گود میں ڈال دیا اور اسے یہ باور کرا دیا کہ تو ترقی کے راستوں میں پسماندہ ہے اور تجھے اس یورپ کے افکار کو اپنانا چاہیے جس نے اقتصادی میدان میں خود کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ وہ ممالک اسلامیہ کو ارتقا کی راہوں پر لگا کر ایک حاوی اور ہمہ گیر اقتصادی نظام دے سکتا ہے اس نے قیادت کے تجربے کیے ہیں اور ان کے پاس ان تجربات کے خطوط و نشانات محفوظ ہیں۔" (اقتصادنا، ص ۱۰۱)

اسی علت سے عالم اسلام کے بہت سے مفکرین اور دانشوروں نے مغربی اقدار اور افکار کے مقابل میں مسلمانوں کو بیدار کرنیکی کوشش کی اور اس ثقافت کے سیلابی تاثر کو روکنے کے لئے مختلف ابعاد پر خامہ فرسائی کی ہے۔ انہی شخصیات میں سے ایک جس نے مغربی اقدار پر مختلف پہلوؤں سے خامہ فرسائی کی ہے، شہید باقر الصدرؒ تھے۔ اگرچہ اس وقت حوزہ علمیہ نجف میں بڑے بڑے علما اور فقہا موجود تھے مگر شہید صدرؒ کو جو فوقیت حاصل تھی وہ کئی پہلوؤں سے ممتاز تھی۔ ہم یہاں پر صرف اس کے تین پہلوؤں کی طرف اشارہ کرینگے:

ا۔ دین مخصوص پیرائے میں

سب سے پہلی مشکل اس وقت جو حوزات علمیہ میں رائج ہوئی تھی وہ دین کی شناخت اور حقیقت کو بیان کرنا تھا جو ایک مخصوص پیرائے میں ہوتی تھی جس کو ادا کرنے کے مخصوص الفاظ اور اصطلاحات ہوتے تھے اور انہیں رٹنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا اور طلاب کا کام انہی اصطلاحات کو صبح وشام رٹنے کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ اس کے علاوہ دین کو کسی اور پیرائے اور اصطلاحات میں پیش کرنے کی کوئی خاص کوشش بھی نہیں ہوتی تھی۔ اگر کسی کی جانب سے کوئی ایسی کوشش کی جاتی تو اس پر نت نئے الزامات لگا کر خاموش کر دیا جاتا تھا۔ اس لئے شہید صدر وہ عظیم مفکر تھے جس نے پوری توانائی صرف کی تاکہ دین کو ایک نئے زوایے سے پیش کریں تاکہ وہ ذہنی تبدیلی سے ہماہنگ ہو۔ اس کی واضح مثال ان کی کتاب "اقتصادنا" ہے جس میں اسلامی معیشت کے بارے میں ایک نئی جہت سے گفتگو کی اور مدلل طریقے سے اسلامی نقطہ نظر کو پیش کیا۔ آپ نے نہ صرف اسلامی معیشت پر قلم اٹھایا، بلکہ حوزہ علمیہ کے رائج نصاب کو بھی اس کی مخصوص اصطلاحات کے ساتھ نہایت خوبصورت طریقے سے تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ اس کی واضح مثال آپ کی بہت وہ تالیفات ہیں جو فقہ، فلسفہ سیاست اور معرفت شناسی جیسے موضوعات اور علوم میں جدید نظریات کے ساتھ پیش کی ہیں۔ جن میں سے اہم ترین فلسفتنا، اقتصادنا، دروس فی علم الاصول (مشہور بہ حلقات) اور الاسس المنطقیہ للاستقراء ہیں۔

شہیدؒ نے بعثی و کمیونسٹ نظریات کی ردّ میں اپنے قلم کو ہتھیار بنایا اور آیۃ اللہ محسن الحکیم کی خواہش پر ان نظریات کا علمی مقابلہ و محاکمہ کیا اور اس مقصد کیلئے ایک بہت ہی دقیق علمی کتاب "فلسفتنا" یعنی ہمارا فلسفہ، اسلامی اقتصادیات میں "اقتصادنا" لکھ کر شائع کروائیں، جنھوں نے فلسفی دنیا میں ہلچل مچادی اور الحادی و کمیونسٹ نظریات کے بخیے ادھیڑ دیئے۔ یوں آپ کی شہرت کا ڈنکا بیرونی دنیا میں بھی بجنے لگا اور حوزہ نجف سے الحادی نظریات کا جنازہ نکل گیا۔ اور اس کے علاوہ آپ کی اصول پر لکھی کتاب "حلقات" کو علم اصول میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے، جس نے حوزہ علمیہ کے نصاب میں بہتر تبدیلی دیکھنے کو ملی ہے۔

رہبر معظم انقلاب فرماتے ہیں: "نصابی کتب میں سنجیدہ تبدیلی لانا ہوگی، کیونکہ تبدیلی کو ابتداء سے شروع کرنا ہوگا اور خود نصابی کتب پر کام کرنا چاہئے اور درس خارج کے دوران عملی موضوعات پر تبادلہ خیال کیا جانا چاہئے کچھ عنوانات ہیں - خاص طور پر اصول اور فقہ میں - جن کی حقیقت میں ضرورت نہیں ہے، لیکن اصولوں اور فقہ میں، انھیں پڑھایا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک فقیہ، جو بیس سالوں میں استنباط کے دوران، ایک بار بھی معانی حروف، یا حقیقت و مجاز کی بحث کی طرف محتاج نہ ہو اس لئے ہمیں اصول کی اتنی غیر ضروری مباحث کے لئے اتنے سال کیوں رکنے کی ضرورت ہے؟ اس سلسلے میں، مرحوم شہید صدرؒ نے ایک اچھا کام کیا ہے۔ انہوں نے اصول کے درس و تدریس کے بارے میں جو تجاویز پیش کی ہیں وہ بہت اچھی ہیں۔ (بیانات معظم لہ در ۱۳ آذر ۱۳۷۴ در دیدار جمعی از نخبگان حوزوی باایشان)

آیت اللہ صادق آملی لاریجانی بیان کرتے ہیں "حالیہ برسوں میں کچھ عظیم افراد، اصول کو جدید طریقہ سے منظم، ابواب سازی اور بہتر بنانے میں لگے ہیں۔ اس راہ پر گامزن افراد میں سے ایک بہترین کام عظیم اسکالر شہید سید محمد باقر صدرؒ ہیں ان کا کام، عظیم کام ہے۔ حلقات میں اسباق" کے مختلف نصاب ایک تازہ ابواب کے ساتھ ایک نیا اضافہ ہے اگرچہ ان حلقوں کا مجموعہ ابتدائی اور سطح کے طلباء کے لئے لکھا گیا ہے لیکن اس کی نئ ابواب سازی اور طریقہ نگارش اور بحث کا آغاز و اختتام جس طریقہ سے ہوا ہے وہ سب تعریف کے مستحق ہیں۔ اسی طرح شہید باقر الحکیم لکھتے ہیں: "(شہید صدرؒ کی فعالیتوں کا) تیسرا حصہ، نئے طریقوں پر عمل کر کے تحریروں کو آسان انداز میں پیش کرنا ہے چونکہ حوزات علمیہ میں معمولا کتابوں اور تحریروں کو پیچیدہ، غیر منظم اور جدید طریقے سے ناہم آہنگ پرانے طریقوں پر لکھا جاتا ہے اسی وجہ سے ان میں ایسے مباحث بھی بیان کئے جاتے ہیں جو اب متروک ہوچکے ہیں۔ اس ضمن میں، انہوں نے ایسی کتابیں مرتب کیں جن میں قدیم کتب کی آسانی سازی کے ساتھ ایک نئے اور جدید انداز کا عنصر نمایاں ہے اور حوزہ میں پائے جانے والے فقہ اور اصولوں کے جدید نظریات کو بھی منعکس کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے "دروس فی علم الاصول" اور "الفتاوی الجدیدہ" کا نام لیا جاسکتا ہے۔ (یادوارہ شہید آیت اللہ سید محمد باقر صدر تہیہ کنندگان: الہہ کولائی- فاطمہ حسینی- شریعتمدار، کانون انتشارات ناصر، ۱۳۶۰، ص ۴۰)

۲- محور مکتب اہل بیتؑ

دوسرا نکتہ اس حوالے سے یہ ہے کہ اس وقت کے علما، دینی امور میں کسی خاص فکر اور شخصیت کے حامی ہوتے تھے، اسی مسلک و شخصیت پر تعصب برتتے تھے اور اس شخصیت کے مسلک کے گرد پوری توانائی صرف کی جاتی تھی؛ لیکن شہید صدرؒ نے اس ذاتی مسلک کی بجائے مکتب اہل بیتؑ کو معیار بنایا، اس مکتب کی عالمگیریت اور آفاقیت پر خاص توجہ دی اور اس مکتب کے الہامی پیغامات کا سر نو جائزہ لیا۔ اسی وجہ سے شاید عالم اسلام میں وہ منفرد فقیہ ہیں جنہوں نے علمی اور عملی زاویہ سے اس مکتب کے اصولوں اور معیارات کو زندہ رکھنے کی نہ صرف کوشش کی بلکہ اپنی قیمتی جان کو بھی اس راہ میں قربان کردیا۔

۳- باطل نظریات اور افکار کی ردّ

اگرچہ گزشتہ علمائے کرام بھی حق اور دین کا اچھے طریقے سے ادراک رکھتے تھے، لیکن باطل کی طرف سے حق اور دین کے مقابلے میں جن افکار اور نظریات کا پرچار کیا جاتا تھا، وہ ان پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتے تھے۔ اس کے برعکس شہید صدرؒ کی یہ خصوصیت تھی کہ انہوں نے دین کی درست افہام و تفہیم کے ساتھ عصر حاضر میں چلنے والی سیاسی، معیشتی اور ثقافتی تحریکوں پر بھی گہری نظر مرکوز کی اور دلائل کی رو سے انہیں سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ اسی سلسلے میں انتہائی عمیق اور قیمتی آثار بھی منظر عام پر لے آئے۔ آپ کے ایک خاص شاگرد مرحوم آیت اللہ شاہرودی کسی انٹرویو میں فرماتے ہیں:

(باقی صفحہ: ۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

سید محمد باقر الصدرؒ اسلامی اقتصاد کا روشن ستارہ

علی حسن شگری

پی ایچ ڈی اسکالر جامعہ کراچی

اسلام ایک جامع و کامل دین ہے، جس میں زندگی کے تمام شعبوں کے حوالے سے مکمل رہنمائی موجود ہے۔ انسانی زندگی کا بنیادی ترین رکن ، اقتصاد ہے۔ اسلام نے اقتصاد اور حلال کسب معاش کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا ہے۔ جو قومیں اقتصادی طور پر مفلوج ہوں تو وہ فقر و ناداری کی وجہ سے اپنی صلاحیتوں کو کھو دیتی ہیں، یہاں تک کہ ان کے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بھی ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ سید محمد باقر صدرؒ فرماتے ہیں کہ: جب کسی بھوکے سے پوچھا گیا۔ ایک اور ایک ؟ تو اس نے کہا دو روٹیاں ۔ تو یہ اقتصادی کشمکش انسان کے ذہن کو کس درجہ کے انحطاط تک پہنچا دیتی ہے کہ وہ ریاضی ایک مسلّم مسئلے کو صحیح طریقے سے بیان نہیں کر سکتا۔ (اقتصادنا، باقر صدر، باب العلم، ج ا ص ۱۳) جس کو فقر و ناداری سے پلہ پڑا ہو وہ اہم کاموں کے بارے میں کیسے سوچ سکتا ہے؟ کس طرح اپنی اور دوسروں کی علمی ترقی کا سوچ سکتا ہے؟ بہت سے انسان فقر و ناداری کی وجہ سے اپنی صلاحیتوں کو کھو دیتے ہیں اور بری خصلتیں ان کے دل و دماغ میں بس جاتی ہیں۔ بسا اوقات اس کی قوتِ فکر مفلوج اور سوچنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اسلام نے اقتصادی مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک نظام اور اس کی ترقی کے لیے احکامات اور ذرائع بیان کئے ہیں۔

اسلام نے اقتصادی نظام میں بہت سے ذرائع کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ان میں سے تجارت کو زیادہ اہمیت دیتے ہوئے رزق کے دس حصّوں میں سے نو حصوں کو تجارت میں قرار دیا گیا ہے۔ (الکافی، ج۵، باب النوادر ص: ۳۰۴) اسلام تجارت کے ان طور طریقوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جس میں بائع اور مشتری دونوں میں سے کسی کو بھی دھوکہ نہ ہو ،اور ایسے طریقوں سے منع کرتا ہے جن میں کسی کے دھوکہ ، فریب یا فراڈ ہونے کا اندیشہ ہو۔ یہی وجہ ہے اسلام نے تجارت کے جن جن طریقوں سے منع کیا ہے، ان میں خسارہ، دھوکہ اور فراڈ کا خدشہ پایا جاتا ہے۔ اسلام کے یہ عظیم الشان تجارتی اصول درحقیقت ہمارے ہی فائدے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ انسانی نظام کے ماتحت تمام اقتصادی نظام میں سودی نظام ہی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ دین اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور تمام مسلمانوں کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے۔ لیکن آج کی مسلم دنیا اسی نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور لوگ صبح و شام خدا سے جنگ میں مصروف نظر آتے ہیں۔

شہید صدرؒ اسلامی اقتصاد کے بانی

جب دنیا پر دو منحوس نظام اقتصاد نے قبضہ کیا اور سود کی شکل میں شیطانی پنجوں نے تمام ملکیت آدمیت پر قبضہ کرنا شروع کیا، تو اس وقت دنیا کو سودی نظام کے چنگل سے نکلنے کے لیے کوئی راہ نظر نہیں آ رہی تھی، اسلامی نظام اقتصاد پر بھی انگلیاں اٹھ رہی تھی اور دو نظام مارکسزم اور اشتراکی نظام پوری طاقت و قوت سے ساتھ پوری دنیا، بالخصوص مسلمانان عالم کو مرعوب کرنے کے لیے اپنے نظام میں شامل کر رہے تھے اس وقت ایک نابغہ روزگار انسان، جناب آیت اللہ سید محمد باقر صدرؒ نے باب علم نجف کی تنگ گلیوں سے آواز دی کہ تمہاری فکر میں بصیرت کی کمی ہے، جبکہ اسلامی نظام اقتصاد میں کوئی کمی نہیں ہے اس کے ثبوت میں انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب تحریر فرما کر دونوں نظام اقتصاد کو چیلنج کرتے ہوئے اسلامی نظام اقتصاد کا تعارف فرمایا۔ آپ نے خاص طور سے اس بات کی طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی کہ تمہارے کمائے ہوئے مال میں دوسرے کچھ افراد کا بھی حصّہ ہے جسے حقوق العباد کہا جاتا ہے اگر یہ مال دوسرے حقداروں تک نہ پہنچایا تو اللہ اسے معاف نہیں کر سکتا۔ (مشکاۃ رقم: ۱۸۸۹) اس نظام اقتصاد اسلامی میں خاص کر انفاق فی سبیل اللہ، صدقات، خیرات خمس و زکواۃ، کفارات کا ذکر کیا ہے جو کسی بھی انسانی نظام میں موجود نہیں ہے۔

عالم اقتصاد میں آپ کی کتاب "اقتصادنا" نے ہل چل مچا رکھی ہے جسے آپ نے ۲۸ سال کی عمر میں تحریر کی تھی، جبکہ اس وقت مارکسزم اور سرمایہ دارانہ نظام سے اسلامی و غیر اسلامی ریاستیں ان کی دی ہوئی ظالمانہ نظام کی دلدل میں پھنستی جا رہی تھیں۔ عوام الناس اور کمزور ریاستیں اس ظالمانہ

سودی نظام کی وجہ سے دم گھٹ کر فنا ہو رہی تھیں، نظام اسلام پر انگلیاں اٹھنے لگی کہ اس دین میں کوئی نظام اقتصاد نہیں ہے۔ اس وقت آپ نے اقتصادنا تحریر کر کے مارکسزم اور سرمایہ دانہ نظام کے مدمقابل اسلامی اقتصادی نظام کو متعارف کروایا۔ دور حاضر میں آپ کو "پدر اقتصاد اسلامی" کے عنوان سے جانا جاتا ہے اور آپ کا شمار اقتصاد کی دنیا میں اسلامی اقتصاد کے بانی کے طور پر ہوتا ہے۔

آپ کی تحریر کردہ کتاب "اقتصادنا" کا ہدف، اسلامی اقتصاد کی بنیاد کو بیان کرنے کے ساتھ دوسرے بڑے اقتصادی نظام کے درمیان فرق کو بیان کرنا تھا۔ آپ نے مارکسزم اور سرمایہ دارنہ نظام کی بنیادوں کو بیان کرنے کے بعد اس نظام کو ایک سیاہ اور ظالمانہ نظام قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نظام غریب اقوام کے سرمائے کو امیروں کے جھولی میں ڈالنے اور ان کو ہمیشہ غلامی میں رکھنے والا نظام کہہ کر تنقید کی، اسلامی اقتصادی نظام کو ہی تمام انسانوں کی مشکلات قرار دیتے ہوئے اس کے طریقہ کار کو بیان کیا۔

مارک بلاگ نامی ایک ماہر معاشیات نے The Great Economists of the World کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں دنیا کے ۲۲۰ عظیم ماہرین اقتصادیات کی سوانح اور افکار کو زیر بحث لایا ہے۔ اس کتاب میں شہید صدر کا تعارف ان ۲۲۰ افراد میں سے ایک کے طور پر کیا ہے اور اس فہرست میں شہید صدرؒ کے علاوہ کسی کو اسلامی ماہر معاشیات نہیں کہا گیا ہے۔ (Vasael.ir/0004EB)

اقتصادنا تحریر کرنے کا ہدف

شہید صدرؒ نے اس کتاب کو اس وقت تحریر کیا جبکہ دو ظالم نظاموں مارکسزم اور سرمایہ داری سے دنیا نگلتی جا رہی تھی اور عالم اسلام انگشت بہ دندان حیرت اور دہشت وخوف کے عالم میں تماشائی بنے لقمہ اجل ہو رہے تھے اور اس وقت سوال اٹھ رہا تھا کہ کیا اسلام ایک ضابطہ حیات نہیں ؟! اگر ہے تو اس کا نظام عادلانہ کہاں ہے ؟

ان حالات میں اقتصادنا تحریر کی گئی جس کے اہداف کو خود شہیدؒ نے اس کتاب کے مقدمے میں بیان کیا ہے۔ آپ نے اس کتاب کو اسلامی اقتصادیات میں غور و فکر کی ایک ابتدائی کاوش قرار دیا ہے۔

سید محمد باقر صدر نے اقتصادنا میں اقتصادی مکتب اور علم اقتصاد کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

علم اقتصاد معاشرے میں اقتصادی موارد کو کشف کرتا ہے اور ان کے عوامل اور آپس کے رابطے کو بیان کرتا ہے جبکہ اقتصادی مکتب لوگوں کی اقتصادی زندگی کو عادلانہ طریقے سے منظم کرنے کو بیان کرتا ہے۔

ان کے عقیدے کے مطابق، اسلام میں اقتصادی مکتب کا ذکر ہوا ہے لیکن علم اقتصاد کا تذکرہ نہیں ہوا ہے۔ لہذا اسلامی اقتصاد، اقتصادی زندگی کو منظم کرنے کا عادلانہ طریقہ بیان کرتا ہے اور علمی اکتشافات کے پیچھے نہیں ہے؛ مثال کے طور پر، اسلام، حجاز میں ربا(سود) کے عناصر اور علل و وجوہات کے پیچھے نہیں تھا؛ بلکہ اس نے اسے ممنوع کیا اور مضاربہ کے نام پر ایک اور سسٹم کی بنیاد رکھی۔

مارکسزم کا تعارف اور اس نظام پر تنقید

مارکسزم کے نظام اقتصاد کی بنیاد مزدور کی محنت کو قرار دیا جاتا ہے اس کی مثال یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک کاشتکار روزانہ دو گھنٹے تین ماہ تک کام کرتا ہے اور جو گیہوں حاصل ہو وہ ۱۸۰ گھنٹے محنت کا سرمایہ ہے۔ اسی طرح ایک شخص کاغذ بناتا ہے اس نے بھی ۱۸۰ گھنٹے محنت کر کے کاغذ بنایا ہے تو دونوں کا تبادلہ عین عدل ہے، اس لیے دونوں نے محنت برابر کی ہے۔ شہید صدرؒ فرماتے ہیں یہ ایک ظالمانہ نظام ہے اس لیے اس نظام میں محنت کو مد نظر نہیں رکھا جا رہا۔ مثلا: اگر ڈاکٹر، مریض کے چیک اپ میں جو وقت لگتا ہے، آپ نے صرف اسی کو مد نظر رکھا ہے، لیکن جو اس نے ڈاکٹری کے لیے شب و روز کی محنت کی ہے، اس کو مد نظر نہیں رکھا گیا ہے۔ لہذا یہ نظام عادلانہ نہیں ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کا تعارف اور اس نظام پر نقد

سرمایہ دارانہ نظام کے تین محور ہیں آزادی ملکیت، آزادی تصرف، آزادی صرف۔ جس میں سرمایہ دار اپنے سرمائے کے بل بوتے پر مزدور سے محنت کروا کے خود سرمایہ اور منفعت کا مالک بن جاتا ہے۔ مزدور کا سرمایہ اور منفعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مزدور کما کر سرمایہ دار کی گود میں ڈال کر خیرات کا طلب گار بن جاتا ہے۔ اس نظام میں سرمایہ دار مالک جبکہ محنت کرنے والا "غلامِ کل" بن کے رہ جاتا ہے۔ اس ظالمانہ نظام میں مزدور اپنی محنت کے پھل سے بھی محروم رہتا ہے۔

اسلامی اقتصاد کا تعارف اور اس کے اصول ومبانی

اسلامی اقتصادی نظام کے تین عناصر ہیں: ملکیت، محدود آزادی اور اجتماعی عدالت۔

اسلامی نظام اقتصاد، دوسرے نظاموں جیسے: سرمایہ دارانہ نظام یا اشتراکیت وغیرہ سے مختلف نظام کا نام ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں انفرادی ملکیت کو مرکزیت حاصل ہے، جبکہ اشتراکیت میں حکومت کو مرکزیت حاصل ہے اور انفرادی ملکیت کا تصور نہیں۔ اسلامی نظام اقتصاد، انفرادی ملکیت کا بھی قائل ہے اور اجتماعی و حکومتی ملکیت کا بھی قائل ہے۔ چونکہ نظام اسلامی کی روح، عدالت ہے؛ اس لیے ان دو ملکیت میں ٹکراو نہیں ہوتا۔(اقتصادنا، شہید باقر الصدرؒ، فصل سوم)

اسلامی اقتصاد میں ملکیت اور محدود آزادی کا تصور موجود ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام، انفرادی اور اجتماعی ملکیت دونوں کا قائل ہے۔ اجتماعی ملکیت سے مراد "ولی امر" کی سرپرستی اور اس کے اجتماعی مفاد کی خاطر استعمال کرنے والے اختیارات ہیں۔ اس کے علاوہ اجتماعی ملکیت میں فقراء و مساکین کے حقوق ہیں جو خمس، زکواۃ، صدقات، خیرات، فطرہ اور رد مظالم کی صورت میں نکالا جاتا جس کا صاحب مال، مالک نہیں ہوتا اور محدود آزدی سے مراد حاکم شرع، اقتصادی طرب و نشاط کو حرام قرار دیا اور جس سے اسلامی قدریں متاثر ہو رہی ہوں، جیسے: سود خوری، ذخیرہ اندوزی وغیرہ۔ اس کے علاوہ افراد کے اپنے مال کے ان جائز تصرفات پر بھی، جو معاشرے کے حق میں مضر ہوں، پابندی عائد کر سکتے ہیں تاکہ اجتماعی مفاد کا تحفظ کیا جاسکے۔

اسلامی اقتصاد میں شہید صدرؒ نے اجتماعی عدالت کو ایک اساسی جز قرار دیا ہے اور پیداوار اور تقسیم مال کا نظریہ بھی پیش کیا ہے۔ عدالت اجتماعی سے مراد انسان اپنے مال و متاع پر مکمل قابض نہ رہے بلکہ اس مال کے ذریعے دوسروں کی کفالت کریں، فقراء مساکین اور ایتام کو اپنے مال میں سے حصہ نکال کر دیں تاکہ وہ بھی اپنی زندگی کو احسن طریقے سے چلاسکیں۔ رسول اکرمؐ نے اسلامی حکومت کے قیام کے موقع پر فرمایا: کچھ اپنے مال سے آخرت کے لیے بھی بھیج دو، ورنہ وہاں پشیمان ہو جاؤ گے۔ اسی طرح اجتماعی منابع سے کوئی اپنی محنت سے یا خود حکومت معدنیات، سمندر سے موتی، گیس یا تیل وغیرہ نکالتی ہے تو اس پر خمس واجب ہو گا جو معاشرے کے حاجت مند افراد پر خرچ کیا جائے گا۔

اسلامی اقتصاد میں حکومت کی ذمہ داری کے عنوان سے مفصل گفتگو کی گئی ہے جس میں تعلیم، صحت، آبپاشی کا نظام، عدالتی نظام کو حکومتی ذمہ داری قرار دیا ہے اور اس کے علاوہ بیت المال کی تقسیم کے عمل کو بھی حکومتی ذمہ داری قرار دیا ہے۔

تقسیم مال کے حوالے سے تین طبقات بیان کئے گئے ہیں پہلا وہ جو اپنی ضروریات سے زیادہ کمالیتا ہے۔ اسلام نے کمائی پر کوئی پابندی نہیں لگائی انسان جائز طریقے جتنا چاہے کما سکتے ہیں اور وہ اس کا مالک ہو گا۔ لیکن ضرورت سے زیادہ کا خمس اور زکواۃ دینی ہو گی۔ دوسرا طبقہ اپنی ضروریات کے مطابق کماتا ہے تو اس پر نہ خمس ہے نہ زکوۃ۔ تیسرا طبقہ جو اپنی ضرویات زندگی پوری نہیں کر سکتا تو اس طبقے کی کفالت کی ذمہ داری پورے معاشرے پر عائد ہوتی ہے۔

لین دین اور منافع پر گفتگو کرتے ہوئے شہید صدرؒ فرماتے ہیں: اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے، چاہے بینک ہو یا انفرادی قرضہ ہو۔ سود اور جوا وہ ناپسندیدہ اعمال ہیں جس کے ذریعے سرمایہ دار دوسروں کی محنت پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر ہوتا جاتا ہے جس سے طبقاتی نظام قائم ہو گا جو عدل اجتماعی کے خلاف ہے۔ لین دین اور حصول منافع کے لیے تبادلہ جنس، تبادلہ نقد، اور تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس سود خوری، جوا اور ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دیا ہے۔

حاکم وقت کی ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری یہ ہے کہ بازار پر نظر رکھے، قیمت اور تبادلہ کی کڑی نگرانی کریں تاکہ اضافی تصرفات کا راستہ روکا جاسکے۔

کتاب کا علمی مقام

علامہ ذیشان حیدر جوادی مرحوم ،جو شہید صدرؒ کے شاگرد رشید ہیں، اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں: "یہ کتاب ایک سمندر ہے جسے کوزہ کی بجائے قطرے میں سمیٹا گیا ہے اور ایک باغ ہے جسے پھول کی بجائے کلی میں بند کیا گیا ہے۔"

اقتصادنا لکھے ہوئے آدھی صدی گزرنے کے بعد بھی یہ کتاب اسلامی اقتصادیات میں اہم کتاب سمجھی جاتی ہے اور دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں اسلامی اقتصادیات کی ایک اہم دستاویز کے طور پر رکھی جاتی ہے۔ اسلامی دنیا میں یہ کتاب صرف شیعوں سے خاص نہیں بلکہ سنی ممالک جیسے مصر کی یونیورسٹیوں میں بھی پڑھائی جاتی ہے۔(صدر، اقتصادما، مقدمہ ناشر، ج۱، ۱۳۹۳ش، ص۱۰)

ڈاکٹر محمد مبارک لکھتے ہیں: کہ "اقتصادنا" میں اسلامی اقتصادی نظریئے کو اسلامی احکام کی تحقیق کرتے ہوئے فقہی اصالت کو محفوظ رکھتے ہوئے علم اقتصاد کی اصطلاحات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (مراجعہ، صدر، اقتصادنا، ۱۴۲۴ق.)

اقتصادی مسائل اور منطقۃ الفراغ

اسلامی اقتصاد میں شہید صدرؒ کا سب سے اہم نظریہ، منطقۃ الفراغ ہے۔ منطقۃ الفراغ کا نظریہ ان نظریات میں سے ایک اہم نظریہ ہے جو اقتصادنا میں بیان ہوا ہے اس نظریے کے تحت، اسلام، "اسلامی حاکم" کو اجازت دیتا ہے کہ وہ زمانے کی ضرورت کے پیش نظر قانون بنائے۔ شہید صدرؒ کے مطابق اسلامی حاکم "منطقۃ الفراغ" کے لیے اپنے صوابدید پر قانون بنا سکتا ہے، جس طرح پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے بنائے گئے بعض قوانین بھی اسی قبیل کے ہیں۔ یعنی: پیغمبر ہونے کے ناطے نہیں، بلکہ حاکم ہونے کے ناطے۔ (صدر، اقتصادما، ج ۲، ۱۳۹۳ش، ص ۹، ۱۰)

شہید صدرؒ اسلامی حکومت کو تمام مسائل کا حل سمجھتے ہیں۔ اسلامی حکومت کا حاکم، حاکم شرع ہو گا تو اس کو ولایت حاصل ہے کہ لوگوں کے اجتماعی منافع کے لیے قوانین وضع کریں اور کچھ مباحات پر پابندی لگا دیں۔

بینکنگ سسٹم شہید کی نظر میں

آپ نے اقتصادنا کے علاوہ البنک اللاربوی فی الاسلام تحریر کی۔ یہ کتاب "اللجنة التحضرية بيت التمويل الكويتي" کے اس سوال کے جواب میں تحریر کی گئی جو شہید صدرؒ سے اسلامی بینکنگ کے خدوخال اور اصول وضوابط کے متعلق کیا گیا تھا۔

شہید صدرؒ کتاب کے ابتدائی صفحات میں غیر سودی اسلامی بینک کی تشکیل کے بارے میں فرماتے ہیں؛ "بلا سود بینکاری کے دو مختلف موقف ہیں:

پہلا: اُس شخص کا موقف جو غیر سودی بینک کے خطوط کو پوری زندگی اور پورے سماج کے خطوطِ زندگی کے ساتھ مقرر کرنا چاہتا ہے۔ گویا اس نے پورے نظام حیات کی قیادت سنبھال لی ہے اور زندگی کے ہر شعبہ پر اختیار حاصل کر لیا ہے، اور اب زندگی کے مختلف اسلامی شعبوں کے ذیل میں بینک کا بھی غیر سودی نظام تشکیل دینا چاہتا ہے۔ یعنی اُس کا سماج بھی اسلامی ہے اور بینک بھی اسلامی۔

دوسرا: اس شخص کا موقف جو غیر سودی بینک قائم کرنا چاہتا ہے لیکن پورے سماج کے قانون سے الگ۔ اُس کے ہاتھ میں سماج کا کوئی شعبہ اور کوئی اختیار نہیں ہے۔ اُسے اسی فاسد معاشرے اور غیر اسلامی اجتماع میں زندگی گزارنا ہے اور اسی ماحول میں بینک قائم کرنا چاہتا ہے۔ جہاں بینک اور بینک کے علاوہ بھی ہر مقام پر سودی کاروبار کا قبضہ ہے اور سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت، افکار، اخلاق، ہر شعبہ زندگی پر چھایا ہوا ہے۔

آپ نے اقتصادنا میں ان فقہی مسائل پر بحث نہیں کی ہے کہ ایک بینک سے قرضہ لینا حرام ہے یا حلال ہے بلکہ آپ نے ایک اقتصادی سسٹم پر بات کی ہے کہ پوری دنیا کا اقتصادی طریقہ کار کیسا ہونا چاہیے۔ انہی اقتصادی سسٹم کا ایک چھوٹا حصہ بینک ہے آپ نے اس موضوع پر نہایت مختصر مگر جامع گفتگو کی ہے مگر فقہی مسئلے کے طور پر نہیں، یوں سوال اٹھایا ہے کہ بینک کا سسٹم کیسا ہو؟ شہید صدرؒ فرماتے ہیں:

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر بینگ سے سودی سسٹم کو ختم کیا جائے تو تمام بینکنگ نظام ختم ہو جائے گا۔ جب بینک نہ رہے تو ملک کا اقتصاد ختم ہو جائے آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: یہ ایک خام خیالی ہے کہ سودی قرضہ بینکنگ نظام ایک شعبہ کے ختم ہونے یا اس کے نظام میں تبدیلی سے اقتصاد کیسے ختم ہو سکتا ہے۔ اس سودی طریق کار کو تجارتی سسٹم میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں بھی ایک مشکل پیش آئے گی کہ اگر بینک سرکاری ہے تو اس کا مالک کون ہے سرمائے پر معائدہ ایک ملازم کر رہا تو اس کے یہ اختیارات کس نے دیا؟ کیا یہ ملازم منافع کی شرح طے کر سکتا ہے؟ کسی کا مال میں یہ کیسے تصرف کر سکتا ہے۔ کاروبار میں نفع نقصان کی شراکت کو کون طے کر سکتا ہے؟

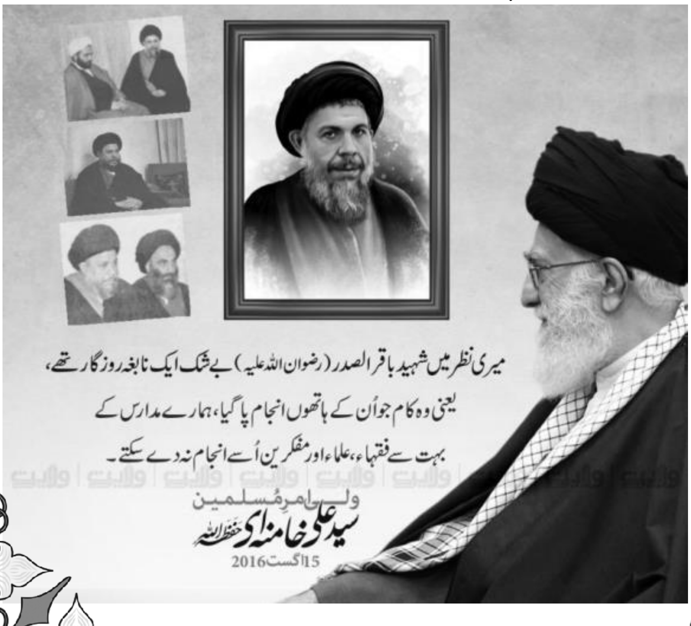

شہید باقر الصدرؒ، عصر حاضر کی جامع علمی و فکری شخصیت

سکندر علی بہشتی۔ قم

بیسویں صدی میں عالم اسلام کی زبوں حالی کے خلاف مختلف فکری شخصیات منظر عام پر آئیں جنہوں نے دین اسلام کو عصری تقاضوں کے مطابق پیش کیایوں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا جس کے پیشرو سید جمال الدین افغانی ہیں اور اسی تسلسل میں دنیا کے مختلف خطوں میں ایسی فکری شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے مختلف میدانوں میں اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ جن میں حسن البنا،سید قطب، محمد عبدہ، امام خمینی، شہید مطہری، سید ابوالاعلیٰ مودودی جیسی مایہ ناز شخصیات شامل ہیں۔

انہی میں سے ایک اہم شخصیت سید محمد باقر الصدرؒ ہیں، جنہوں نے عراق کی سرزمین پر اپنی تحریک کا آغاز کیالیکن ان کے افکار نے اسلامی دنیا سے نظریاتی، اجتماعی اور سیاسی جمود کو توڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ باقر الصدرؒ نے ایک علمی اور مذہبی خاندان میں آنکھ کھولی اور بلوغت سے پہلے ہی علمی مدارج طے کرکے ابتدائے شباب میں ہی اسلامی نظریہ پردازوں کی صف میں اپنی جگہ بنالی۔

آپ نے ایسے زمانے میں آنکھ کھولی جہاں دنیا دوبلاکوں (سرمایہ دارانہ وکمیونزم) میں تقسیم تھی، عرب دنیامیں قومیت کا نظریہ بھی اپنے عروج پر تھااور اسلام کو صرف بعض رسومات کا مجموعہ قرار دے کر خود مسلمانوں میں اس دین کے مخالف پیدا ہونے لگے تھے، جبکہ مسلمانوں کا بڑاطبقہ دین اسلام کو ہماری پسماندگی کا سبب قراردے کر مشرق ومغرب کے باطل نظاموں کو بشریت کے لیے نجات بخش سمجھتا تھا۔

سید محمد باقر الصدرؒ نے اسلامی علوم پر مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد اسلامی فکر کو زندہ کرنے اور امت مسلمہ پر اسکی عظمت اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے اپنی جدوجہد کا رخ ان موضوعات اور اجتماعی کاموں کی طرف کرلیا، جن سے اسلامی معاشرہ روبرو تھا۔

عراق کی سرزمین پر مارکسزم اور دیگر مادی مکاتب اپنے نظریات پھیلا رہے تھے اور خود کو بشریت کا نجات دہندہ قرار دے رہے تھے تو دوسری طرف حوزہ ہائے علمیہ اوراسکے نتیجے میں اسلامی معاشرہ پر خمود و جمود کی کیفیت طاری تھی اور دشمنان اسلام کی جانب سے پیش کرنے والے مشرق ومغرب کے جدید نظریات، شبہات اور انحرافی نظریات کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے۔ جبکہ لاکھوں جوان اور تعلیم یافتہ افراد ان کے جال میں پھنس کر اسلام سے دور ہورہے تھے۔ ایسے حالات میں سید محمد باقر الصدرؒ نے دینی علوم جیسے تفسیر قرآن، تاریخ، سیرت، اسلامی پیغام، فقہ، اصول اور کلام کو جدید انداز میں پیش کیا ساتھ ہی دنیا میں رائج نظریات جیسے فلسفہ، اقتصاد، بینکنگ سسٹم، سود، سیاسی نظام، منطق، آزادی، عدالت اور دیگر موضوعات پر بھی مدلل تصنیفات پیش کیں، آپ نے اپنی فکری وعلمی کاوشوں کے ذریعے التقاطی اور انحرافی نظریات کے ابطال کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو پسماندگی سے نکالنے میں اہم کردار ادا کیا۔

سید محمد باقر الصدرؒ کی شخصیت، افکار اور خدمات پر عربی وفارسی اور انگریزی زبانوں میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لیکن اردو زبان میں آپ کی چند کتابوں کے ترجمہ کے علاوہ اب تک کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا، اس وجہ سے ہمارا معاشرہ آپ کی فکری، علمی، اجتماعی اور سیاسی جدوجہد سے آگاہ نہیں ہے۔ آپ کی فکری وعلمی سرمایہ اور افکار سے الہام لیتے ہوئے ہم اپنے معاشرے میں بیداری، اصلاح اور انحرافی مکاتب سے مقابلے کے لئے قدم اٹھاسکتے ہیں۔

آپ کے نظریات، اسلام کے عقیدتی، فکری، اجتماعی، ثقافتی، تاریخی اور سیاسی پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔ ان سے آشنائی اور مطالعہ ایک عالم، محقق اورداعی دین کے لیے خاص اہمیت کا حامل ہے۔

افکار باقر الصدر:

سید محمد باقر الصدرؒ نے مختلف موضوعات پر نظریہ پردازی کی ہے۔ جن موضوعات پر بھی قلم اٹھایا ہے اس میں جدید اور محکم نظریات پیش

کیے ہیں۔ آپ کے افکار کی خصوصیات پر اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے اور اسلام کو ایک آفاقی اور نجات دہند مکتب کے طور پر پیش کرنے کے لیے آپ نے تمام جدید مکاتب کا دقت سے مطالعہ کر کے مختلف اسلامی موضوعات پر جدید افکار پیش کیا۔

باقر صدرؒ کے افکار کی نمایاں خصوصیات:

آپ نے جو افکار پیش کیے وہ اصولوں کی روشنی میں احیائے اسلامی، اسلام کو ایک سسٹم اور نجات بخش مکتب کے طور پر پیش کرنا تھا لیکن آپ کا اسلوب اس دور کے مذہبی علما اور دینی مدارس کے طریقہ اور روش کے برخلاف جدید وجامع اور دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق تھی۔

۱۔ اسلامی تصور کائنات کو خاص انداز میں پیش جس میں اصالت عقل تمام افکار میں نمایاں ہے۔

۲۔ نظریہ پردازی: تمام علوم میں ایک طرح کی نظریہ پردازی اور نئے افکار نظر آتے ہیں۔

۳۔ اسلام کو کامل نظام زندگی کے طور پر پیش کرنا۔ آپ اسلام کے فکری، سیاسی، اقتصادی، ثقافتی تمام پہلوؤں کو ایک ہی بدن کے مختلف اجزا قرار دیتے اور ایک دوسرے سے مربوط سمجھتے تھے۔ اس طرح آپ نے کائنات اور زندگی، کے بارے میں اسلام کا نکتہ نظر، انفرادی اور اجتماعی نظام میں ایک روش کے طور پر پیش کیا۔

۴۔ اسلامی میراث پر ناقدانہ نظر رکھنا۔ آپ نے مکتب اجتہاد کے ایک بڑے فقیہ ہونے کے ناطے مختلف علوم میں جدید نظریات پیش کیے۔ آپ نے اسلام اور امت کے مصالح کے پیش نظر کسی بھی قسم کی تنقید اور اسلامی علوم میں سابقہ طریقہ کار اور جمود کے بارے میں اختلاف نظر سے گریز نہیں کیا۔

۵۔ عالم اسلام کے اکثر علما اگرچہ اسلام کے اصول وفروع میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتے ہیں مگر زمانے کے دیگر مکاتب اور عصری افکار سے ناآشنا ہوتے ہیں اس لیے وہ جدید شبہات کا جواب دینے سے عاجز ہوتے ہیں لیکن باقر الصدرؒ نے اپنے دور کے مغربی نظاموں اور امت مسلمہ میں موجود مختلف افکار کا دقت سے مطالعہ کیا اور ان پر عبور حاصل کیا۔

۶۔ معاشرے سے ارتباط: آپ کا شمار ان شخصیات میں سے نہیں جو معاشرے سے کٹ کر صرف تحقیقات کرتی ہیں، بلکہ آپ ایک فقیہ کے عنوان سے اجتماعی مسئولیت کو بھی واجب سمجھتے تھے۔ اس لیے آپ نے سخت حالات کا مقابلہ کیا اور ہر قسم کی سختیوں کو برداشت کیا۔

انبیاء وائمہ معصومین کی راہ پر چلتے ہوئے شہادت کے ذریعے اپنے افکار، جدوجہد اوت اہداف پر اپنے خون کا مہر ثبت کر کے ہمیشہ کے لیے زندہ ہوگئے۔

(بقیہ: مغربی اقدار اور سید محمد باقر الصدر شہیدؒ)

"ہفتے میں ایک دن، شاید بدھ کے روز، شہید صدرؒ اپنے نئے نقطہ نظر سے اسلامی فلسفہ کے مخصوص موضوعات پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ مثال کے طور پر، آپ مشرقی ومغرب کے آخرین متون میں ہیگل کی فلسفیانہ فکر کے جدید نظریات کا تعاقب کرتے تھے۔ آخر میں ایک مفصل کتاب آمادہ کیا تھا جو مشہور جدلیاتی فلسفی ہیگل کے بالکل عین نظریات کا ترجمہ تھا، جہاں مارکس کے نظریات کی اساس سے بھی اخذ کی گئیں تھی مارکس اور انگلیس، ہیگل کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ہیگل سے جدلیاتی بحث کو لے کر تاریخی مباحث میں داخل کیا ہے۔ جدلیاتی اور جدول بحث کی اصلیت ہیگل سے شروع ہوئی ہے اور اس نے فلسفی جہت سے لایا ہے پھر انہی دونوں سے تفسیر اور تاریخ استفادہ کیا ہے ہیگل کے نظریات مشکل ہیں (اسی وجہ) ہر ایک کو آسانی سے سمجھ نہیں آتا ہے۔ شہید صدرؒ نے ان نظریات کا استیعابی مطالعہ کر کے انہیں اس وقت ایک ضخیم کتاب کی شکل میں مدون کیا تھا۔ ہیگل کے ایک شاگرد نے اس زمانے میں اس کا فلسفہ ایک کتاب کی شکل میں نشر کیا تھا، جو کسی حد تک قابل اعتبار بھی تھا، انھوں (شہید) نے اس کا بھی مطالعہ کیا۔ اکثر اوقات اس پر نوٹ لکھتے تھے اور ان مطالعات کے ذریعے سے اپنے طلباء کے ذہنوں کو کھولنے کی کوشش کرتے تھے۔" (ناگفتہ ہایی از حیات فرہنگی و سیاسی شہید صدر در گفتگو با آیت اللہ ہاشمی شاہرودی، گزارش خبرگزاری اہل بیت (ع) منبع: ماہنامہ شاہد یاران) اسی وجہ سے شہید صدرؒ نے نہ صرف اسلامی نظام کی حدود اور پہلوؤں پر گفتگو کی، بلکہ مختلف لوگوں کی جانب سے اچھالے گئے باطل افکار اور نظریات کو بھی پوری طاقت سے رد کر دیا۔

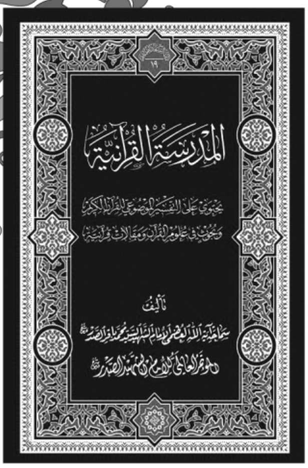

المدرسۃ القرآنیہ کا مختصر تعارف

اسلامی علما و مفکرین نے مختلف قرآنی موضوعات کو اپنی تحقیقات کا محور قرار دیا ہے ان میں سے ایک اہم موضوع "تفسیر قرآن" ہے جس کی جانب مختلف مفسرین نے زمانے کے تقاضوں اور انسانی تمام مسائل کو پیش نظر رکھ تفسیر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان تفاسیر میں دو طریقہ معروف ہے۔ ایک روش تفسیر ترتیبی ہے۔ جس میں آغاز قرآن سے آخر تک ترتیب سے تفسیر کی گئی ہے یا خاص سوروں کی تفسیر۔ اس لیے موضوعات میں جدید مشکلات پر آگاہ ہونے کے باوجود کوئی پائیدار حل نظر نہیں آتا، کہ قرآن کے ذریعے انسانی مسائل کو حل ڈھونڈ سکے۔ کیونکہ آج کے بشری علم مختلف میدانوں میں ایک سسٹم کی صورت میں موجود ہے، جس کا مقابلہ متفرق اور غیر منسجم افکار سے ممکن نہیں۔

اسی مشکل کے پیش نظر سید محمد باقر صدر نے مختلف دینی علوم میں سسٹم سازی پر تاکید کرنے کے ساتھ آپ نے اہم موضوعات پر اسی روش کے ذریعے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، سید کے ابتکارات میں ایک سے ایک قرآن مجید کی تفسیر میں ایک اہم طریقہ کار کا اضافہ ہے جو جدید مسائل کو حل کرنے کے سلسلے میں مفید ہے جس کو آپ نے "تفسیر موضوعی یا توحیدی" کا نام دیا ہے۔ اس تفسیری روش کے ذریعے اسلام کے نظریہ کو دیگر مکاتب اور ادیان کے مقابلہ میں بہتر طریقے سے پیش کر سکتا ہے جو کہ تفسیر ترتیبی میں ممکن نہیں۔

اس روش سے مشابہ تفسیر "موضوعی" کے عنوان سے بعض علما نے پیش کیا ہے، جس میں ایک موضوع سے مربوط آیات کو جمع کر کے ترتیب کے ساتھ ان کی تفسیر کی ہے جس کی مثال "پیام قرآن" "قرآن کا دائمی منشور" جیسی تفاسیر ہیں، اور بعض محققین نے اسی طریقہ پر کتابیں بھی لکھی ہیں لیکن یہ تفاسیر نام کی حد تک ان سے مشابہ ہیں لیکن اپنی روح اور حقیقت میں ان سے جدا ہیں۔

تفسیر موضوعی کی مختلف تعاریف بیان کی گئی ہے جس میں سید کے نزدیک موضوعی سے مراد یہ ہے کہ مفسر ایک ایک آیت کی الگ تفسیر کی بجائے زندگی کے عقیدتی، معاشرتی یا کائناتی پہلو متعلق ایک موضوع کو انتخاب کر کے بحث کو شروع کرتے ہیں مثلاً عقیدہ توحید قرآن میں، عقیدہ نبوت قرآن میں، اقتصاد قرآن میں، تاریخی سنتیں قرآن میں یا آسمان و زمین قرآن میں۔

اس تفسیر میں مقصد انسانی زندگی سے مربوط کسی موضوع کے بارے میں قرآنی نظریے اور موقف کو مشخص کرنا ہے جس کے نتیجہ میں زندگی یا کائنات سے متعلق اسلام کا پیغام معلوم ہو جاتا ہے۔ سید کی نظر میں تفسیر ترتیبی مکمل طور پر موضوعی سے الگ طریقہ نہیں، موضوعی کے لیے بھی پہلے مرحلہ میں ترتیبی لحاظ سے تفسیر ضروری ہے، لیکن طول تاریخ میں ترتیبی تفسیر نے اتنی ترقی کی ہے اب لغوی، ادبی، معنی، حدیثی، تاریخی اور دیگر زاویے سے اتنی بحث ہو چکی ہے اور یہ طریقہ کامل ہو چکا ہے جس کے بعد کی ساری خدمات تکراری اور سابقہ روش کی تشریح کے علاوہ کوئی جدید علمی کام نہیں۔ لہٰذا اس روش کے لئے سابقہ تفاسیر کافی ہیں۔ لیکن جو اس وقت ضرورت ہے وہ موضوعی تفسیر ہے جس پر مفسرین کی توجہ نہیں گئی اور یہ قرآن کی حقانیت اور ہر دور میں اس کے قابل عمل ہونے کو ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے۔ جدید روش میں دین اسلام کو ایک مکمل نظام کے طور پر پیش کرنا ہے اور عصری مشکلات اور پیچیدہ مسائل میں اسلام کے نکتہ نظر کو دوسرے ادیان کے مقابلے میں پیش کرنا ہے۔

اس طریقہ کا نام سید نے "قرآن سے استنطاق" رکھا ہے جس کی طرف حضرت علی ابن ابی طالب نے اشارہ کیا ہے۔ آپ قرآن کے بارے میں فرماتے ہے ہیں: ذالک القرآن فاستنطقوہ ولن ینطق، ولکن اخبرکم عنہ آلا ان فیہ علم مایاتی، والحدیث عن الماضی، ودوا دائکم، ونظم مابینکم۔

ترجمہ: یہی قرآن ہے۔ اسے بلوا کر دیکھو اور یہ خود نہیں بولے گا۔ میں اس کی طرف سے ترجمانی کروں گا۔ یاد رکھو کہ اس میں مستقبل کا علم ہے اور ماضی کی داستان ہے تمہارے درد کی دوا ہے اور تمہارے امور کی تنظیم کا سامان ہے۔

یہ خوبصورت تعبیر "استنطاق" جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے وہ تفسیر موضوعی، قرآن سے گفتگو، مشکل مسائل کو بیان کرنا ہے تاکہ قرآن کے نکتہ نظر کے مطابق جواب حاصل کیا جا سکے۔

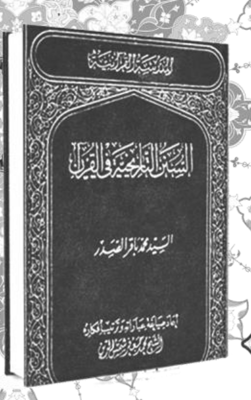

السنن التاریخیہ پر ایک نظر

سجاد علی ساجدی. حوزہ علمیہ نجف اشرف

کسی بھی کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس کے موضوع سے لگایا جاسکتا ہے۔ موضوع جس قدر دقیق اور انسانی ضرورت اور مسائل کے حل کرنے میں اہمیت حامل ہو اسی حساب سے اس کی حیثیت زیاہ ہو گی۔ اس سے اہل علم کو اس کتاب میں دلچسپی پیدا ہو گی، البتہ ایسے اہم موضوعات کے لئے بھی عظیم مفکرین کی ضرورت ہوتی ہے جو گہرائی اور دقت نظر کے ساتھ وقت کے تقاضوں کے مطابق ان موضوعات پر روشنی دالے اور تمام پہلوؤں کا باریک بنی سے جائزہ لے۔

ایسی کتاب قوم کے لئے ہیرے وجواہرات سے بھی قیمت ہوتی ہے جن کی حافظت کے ساتھ استفادہ اور معاشرہ میں اس کی اہمیت کو اجاگر کرنا اور ان کو عملی جامہ پہنانان ہر صاحب فکر کا وظیفہ ہے۔ کیونکہ فکری شخصیات کا کام قوم کی رہنمائی اور انفرادی، اجتماعی، سیاسی اور دیگر میدانوں میں انسان کو ایک جامع فکر اور سوچ عطا کرنا ہے۔

سید محمد باقر الصدر نابغہ روزگار شخصیت

سید محمد باقر الصدر نے مختلف اہم موضوعات پر قلم اٹھایا جسن میں سے ہر ایک انسانی معاشروں کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک اہم موضوع " السنن التاریخیۃ فی القرآن " ہے۔ ہم اس کتاب کا تبصرہ قارئین کی خدمت میں پ پیش کریں گے۔

السنن التاریخیہ فی القرآن

سنن تاریخی سے مراد وہ قوانین ہیں جو انسانی زندگی پر حاکم ہیں جو زمانے کی تبدیلیوں کے باوجود کسی قوم کی حرکت، ترقی اور تبدیلی میں کردار ادا کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں تاریخی تبدیلیاں انہی قوانین کے دائرے میں رونما ہوتی ہیں۔ یعنی یہ قوانین قوموں کی ترقی و تبدیلی میں اہم کردار دا کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ تبدیلیاں، انہی قوانین وضوابط کے دائرے میں رونما ہوتی ہیں۔ سنن تاریخ میں تاریخ سے مراد ماضی میں رونما ہونے والے واقعات اور حادثات نہیں بلکہ وہ حوادث ہیں جو سنن الہی کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں۔

اس لحاظ سے سنن تاریخ سے مقصود وہ تبدیلیاں اوت تغیرات ہیں جو کسی قاعدہ یاضابطہ کے تحت واقع ہوتے ہیں۔ یعنی سنن الہی قوموں کے ماضی، حال اور مستقبل پر مسلط وحاکم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ قوانین انسان کے اختیار میں دے دیا ہے۔ قوموں میں سنن کی اہمیت کے پیش نظر شہید نے اس پر قلم اٹھانا ضروری سمجھا کیونکہ لوگوں کی سوچ تقدیر کے بارے میں یہ تھی۔ اور یہ کہ ترقی وزوال کسی قانون کا تابع نہیں بلکہ خدا نے جو قسمت اور مقدر میں لکھا ہے وہی ہو گا اور انسان کا ارادہ وختیار کار آمد نہیں

انہی نظریات کی وجہ سے بعض دانشور دین کو افیون قرار دیتے تھے جس طرح انسان افیون سے مست ہوتا ہے اسی طرح دین بھی انسان کو مست کر دیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں تحرک و تبدیلی نہیں بلکہ جمود کا شکار ہے۔ شہید مرتضیٰ مطہری کے بقول غیر مسلم دانشوروں کے اس اعتراض کا اصل سبب وہ مسلمان ہیں جنہوں نے سنن کے حقیقی مفہوم کو نہیں سمجھا اور معاشرتی ترقی وزوال کو تقدیر کے حوالے کیا جس کی وجہ سے غیر مسلموں نے اسلام کو افیون سے تعبیر کیا۔

شہید صدر نے اس کتاب میں سنن کے حوالے سے اسلام کا صحیح نظریہ بیان کیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا کہ قوموں کے عروج وزوال میں خود انسان کا عمل دخل ہے۔ کیونکہ الہی اہداف کے تحت ہی انسان اپنے مقاصد کو پاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں پہلے لازم ہے کہ سنن الہی کے بارے میں درست مفہوم کو سمجھیں۔

کتاب کا ہدف

واضح الفاظ میں آپ نے مقصد کو ذکر نہیں کیا لیکن اس کا دقیق مطالعہ ہمیں مقصد سے آشنا کرتی ہے۔ قرآن تاریخی حقاق کو بیان کرتا ہے:

شہید کے مطابق قرآن ایک کلی فکر دیتا ہے کہ ترقی وزوال کے لئے کچھ قوانین ہیں اور ترقی وزوال انہی کے دائرے میں ہیں۔ اس لیے ان ظاہری ومعنوی اسباب کا مکمل علم ہونا ضروری ہے جن کے بغیر کوئی قوم

(باقی صفحہ:۲۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

اسلام اور جدیدیت، شہید صدرؒ کی نگاہ میں

از: شیخ اشرف آخونزادہ (حوزہ علمیہ نجف اشرف)

حیات بشر کی ابتدا سے ہی انسان نے ایک نظام حیات کی ضرورت کو محسوس کیا، کہ جس کے ذریعے وہ اجتماعی زندگی کے احکام و قوانین کو ترتیب دے کر نظریہ جزا و سزا کے مطابق نظام زندگی کو دوام دے سکے۔ یہ اس لئے کہ انسان ایک سماجی مخلوق ہے جس کے لیے انفرادی طور پر زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے۔ لہذا اجتماعی زندگی انسان کی فطری ضرورت ہے، نیز اجتماع کے نتیجے میں مفادات کا ٹکراؤ اور نزاعات کا وجود میں آجانا بھی ناقابل اجتناب مسائل میں سے ہیں۔ ایسے میں قانون اور نظام ہی اس اجتماعی حیات کو برقرار رکھنے کا ضامن ہوسکتے ہیں۔ خالق کائنات نے جو کہ خود مدبر کائنات بھی ہے، انسانی زندگی کی تمام ضروریات اور ان کو پورا کرنے کے جملہ طریقوں سے واقف تنہا ذات ہونے کے اعتبار سے انسان کو نظام عطا کیا اور اس نظام کو چلانے والے بھی بھیجے۔ مگر انسان کو تکوینی طور پر اس نظام پر عمل پر مجبور خلق نہیں کیا۔ نتیجتاً تاریخ بشریت میں ایسے بہت سارے نظاموں کا تجربہ کیا گیا جسے مختلف گروہوں یا نسلوں نے اپنے لئے وضع کیا اور ان پر عمل پیرا بھی ہوئے نیز وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں جوہری تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

مغرب میں جدیدیت کا آغاز کیوں اور کیسے؟

۱۶ ویں صدی کے وسط تک یورپ میں علم کا واحد ذریعہ وحی کو سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے کلیسا ہی علم کا والی و وارث ہوا کرتا تھا، علم، حقیقت اور سچائی صرف وہی ہوتی جسے کلیسا تسلیم کرے۔ اس وجہ سے کلیسا انتہائی طاقتور تھا اور تنگ نظر پادریوں نے قدیم یونانی فلسفہ اور عیسائی معتقدات کے امتزاج سے ایسے خود ساختہ نظریات قائم کر لئے تھے کہ جن کی مخالفت کو وہ دین اور مذہب کی مخالفت قرار دیتے۔ یوں آزاد علمی تحقیق کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ یورپ کا انسان کلیسا کی ان بے جا قیود اور امور زندگی میں بے جا مداخلت پر انتہائی نالاں تھا۔ لہذا ۰۵۶۱ کے بعد سے کلیسا کے خلاف بغاوت نے سر اٹھانا شروع کیا، یہ بغاوت اتنی شدید تھی کہ یورپ نے کلیسا کی قیود سے جان چھڑاتے چھڑاتے دین اور مذہب کو ہی اپنی زندگی سے نکال دیا۔ علم کے ذرائع میں سے وحی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور صرف حس، عقل اور تجربے کو علم کا ذریعہ قرار دیا۔ یوں علم و معرفت پر کلیسا کی ٹھیکہ داری ختم کر دی گئی اور جدیدیت کا آغاز ہوا۔

۰۵۶۱ سے پہلے کے دور کو "دور تاریک" قرار دیکر وحی کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات کو علم کے دائرے سے خارج کر دیا۔ مغرب میں کلیسا کی خلاف بغاوت بالکل اس بچے کی مانند تھی کہ جسے اسکول ٹیچر کی نالائقی اور اختیارات سے تجاوز نے سخت ستایا ہوا ہو، وہ اس ظلم اور اندھیر نگری سے نکلنا چاہتا ہے لیکن شدت نفرت کی وجہ سے وہ ان ناجائز اور نامعقول پابندیوں سے نکلنے کے بجائے تعلیم سے ہی نفرت کرنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو تعلیم سے دور کر دیتا ہے۔ حالانکہ مشکل تعلیم میں نہیں بلکہ معلم کا اپنے دائرہ کار سے نکلنے اور اختیارات سے تجاوز کرنے میں تھی۔ بالکل اسی طرح مغرب کی پسماندگی کی وجہ دین نہیں تھا بلکہ کلیسا کی جانب سے دین کی غلط تشریح اور اپنے اختیارات کا غلط استعمال تھا۔

مغربی جدیدت شہید صدر کی نظر میں

شہید صدر کے نزدیک مغرب میں کلیسا کے خلاف بغاوت اور علم کے ذرائع میں حس، تجربہ اور عقل ہی کو تسلیم کرنا وہاں پر علمی، دینی اور اخلاقی میدانوں میں بنیادی تبدیلیوں کا نتیجہ تھا جو کہ بعد میں سیاست اور ٹیکنالوجی کے میدانوں میں زبردست تبدیلیوں کا مقدمہ بنا۔

مغربی جدیدیت کی اصل خرابی

مغربی جدیدیت کی اصل خرابی یہ ہے کہ اس کا تعلق غیب اور آخرت سے مکمل منقطع کر دیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں یہ نظام روحانی اور اخلاقی اقدار سے عاری ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب نے ترقی اور پیشرفت کو وسیلہ بنا کر دیگر اقوام کا استحصال کیا، ان کے خلاف سنگین جرائم کا ارتکاب کیا، ملکوں کو تاراج کیا اور مختلف اقلیتوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کیا اور یہ سب آزادی، عدالت، مساوات اور ترقی کے نام پر کیا گیا۔

جدیدیت کو رد کرنے کا مطلب شہید کی نظر میں

شہید باقر الصدر فرماتے ہیں کہ آزادی، عدالت، مساوات اور ترقی بہترین نعرے ہیں لیکن جب یہ خدا اور دین سے جدا کر کے دیکھے جاتے ہیں تو ان کے معانی بدل جاتے ہیں، جبکہ خدا اور دین سے ملایا جائے تو ان کا مفہوم وسیع اور بلند ہو جاتا ہے۔

مثلاً ترقی ہی کو لے لیں، مغرب میں ترقی سے مراد وہ حالت ہے جسے عقل نے تشکیل دیا ہے یا انسان نے اپنی زمانی و مکانی محدودیت کو دیکھتے ہوئے جسے ترقی قرار دیا ہے جبکہ دینی نقطہ نظر سے ترقی انسان کا زمین پر بطور "خلیفۃ اللہ" خدا کی صفات کا مظہر ہونا ہے۔

پس جدیدیت کو رد کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جدیدیت سے بذات خود کوئی بری چیز ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جدیدیت کو اس کے اصل مقام کی طرف پلٹایا جائے۔

اسلامی معاشرے پر جدیدیت کے اثرات

مغربی جدیدیت نے پوری دنیا پر اپنے اثرات مرتب کئے۔ محیر العقول سائنسی ایجادات نے آداب و تقالید، رسوم و رواج، تہذیب و ثقافت، غرض زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا۔ جدیدیت کی اس یلغار کے نتیجے میں مسلمانوں کے دو بڑے گروہ کھل کر سامنے آگئے۔ ایک وہ گروہ جو جدیدیت کے ریلے میں بہتے ہوئے مغرب سے آنے والی ہر بات کو ترقی کی علامت اور شعور ادراک کی بلندی کا مظہر سمجھ کر قبول کرنے لگا، اور حد المقدور اسلام کو اس منہ زور تحریک کے ساتھ ساز گار بنانے کر پیش کرنے کی کوشش کرنے لگا اور جہاں ظاہری مطابقت پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوا وہاں معذرت خواہانہ توجیہیں پیش کی جانے لگیں۔

دوسری طرف ایک گروہ نے دوسری انتہا کو اختیار کیا اور مغربی جدیدیت کی مخالفت میں ہر نئی چیز کو دین سے متصادم اور مذہب کے لئے خطرہ قرار دے کر اس کی مخالفت شروع کر دی۔ حقیقتاً اس گروہ نے مسلمانوں میں ۱۵۶۰ سے قبل کے پادریوں کا کردار ادا کیا، کیونکہ ان کی بے جا سختیوں اور غیر معقول رویوں کی وجہ سے جدید دور کا مسلم جوان وقت کے تقاضوں اور دینی اقدار میں ہم آہنگی پیدا کرنے سے قاصر ہو کر الحاد کے دامن میں پناہ ڈھونڈنے لگا۔

تیسرا اور حقیقی راستہ

ان دو انتہاؤں کے درمیان ایک قلیل تعداد ان لوگوں کی تھی جنہوں نے مغربی جدیدیت کو خوب سمجھا۔ اس کی خوبیوں اور خامیوں کا زبردست تجزیہ کیا اور پھر اس سے مقابلے کا معتدل راستہ اختیار کیا۔ اس گروہ میں علامہ محمد اقبال اور ڈاکٹر علی شریعتی جیسے مغرب شناس لوگ تھے، جنہوں نے مغرب کے ان دل فریب نعروں کی حقیقت اور ان کے عواقب سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کی مسلسل کوششیں کیں۔

اقبال نے خود اہل مغرب کو خبردار کرتے ہوئے کہا تھا:

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ کل زرِ کم عیار ہو گا
تمہاری تہذیب خود اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہو گا

مگر ان قلیل لوگوں میں سے بھی انتہائی قلیل تعداد ایسے لوگوں کی تھی جنہوں نے جدیدیت اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والے فلسفی، سیاسی، اقتصادی اور سماجی نظاموں کے بغور مطالعے اور گہرے جائزے کی بنیاد پر ان کی خامیوں کو طشت از بام کیا اور پھر بشریت کے سامنے اسلام کو متبادل نظام کے طور پر پیش کیا۔

شہید باقر الصدرؒ ان لوگوں میں سرِ فہرست ہیں جنہوں نے مستحکم دلیلوں کی بنیاد پر یہ بات واضح کر دی کہ اسلام ہی انسانی معاشرے کی ترقی واستحکام کا بہترین نظام ثابت ہو سکتا ہے۔ یوں اسلام کو معذرت خواہانہ دفاعی پوزیشن سے نکال کر بشریت کے لیے سب سے بہترین، مناسب ترین اور کامل ترین نظام حیات کے طور پر پیش کیا۔

فلسفتنا، اقتصادنا، البنک اللاربوی فی الاسلام، الاسلام یقود الحیاۃ، اسس المنطقیہ للاستقراء جیسی کتابیں شہید صدر کی اسی عالمانہ کوششوں کے ثمرات ہیں۔

شہید صدرؒ کے کلامی نظریات کا مختصر جائزہ

محمد حسین چمن آبادی۔ قم

علم کلام کو علم اصول دین بھی کہا جاتا ہے، یہ علم ابتدائے اسلام میں ہی وجود میں آیا، اس علم کے ظہور کے ساتھ جدید فرقے بھی اسلام میں پیدا ہونا شروع ہوا۔ ہم سب پہلے اس کی تعریف کرتے ہیں:

"یہ ایسا علم ہے کہ جو شخص اس علم کا مالک ہو وہ دوسروں کے مد مقابل استدلال کے ساتھ اپنے دینی عقائد کا پرچار اور شبہات کو دفع کر سکتا ہے۔"

شہید سید محمد باقر صدرؒ ایسے فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی مختصر زندگی، فکری اور عملی دونوں لحاظ سے زمانے کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے دشمن کے ہر حملوں کا نہایت ہی محکم انداز میں نہ صرف جواب دیا بلکہ ہجومی ٹیکنیک سے بھرپور استفادہ کیا، اور مارکسزم و سوشلزم کے یلغار کو پسپا کیا، شہید کی ہر کتاب خواہ وہ فقہ میں ہو یا اقتصاد میں، تاریخ میں یا عرفانی سب میں کلامی رنگ پایا جاتا ہے، یہاں تک ابواب فقہ کی تقسیم بندی میں بھی ان کی فکری بلند پروازی کلامی رنگ عیاں ہے۔

فقہ کو وہ انفرادی عبادات و اعمال تک محدود نہیں سمجھتے بلکہ حکمران طبقے کی رفتار کردار سے بھی بحث کرتا ہے۔ ان کی کتاب فلسفتنا میں بھی کلامی رنگ پر رونق ہوتے نظر آتا ہے، اسی کتاب میں خدا کی وجود سے بحث کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ دنیا کا مبدأ مادہ ہے اور نہ مادی کیونکہ دنیا متحرک ہے اور متحرک ہمیشہ محرک کا محتاج ہوتا ہے اور وہ ذات خداوندی کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی۔

شہید صدر اپنی اصولی کتاب میں بھی کلامی مسائل سے بحث کیے نہ رہ سکے ہیں، جیسا کہ حسن و قبح عقلی کے مسئلے میں متکلمین کے ہاں ثابت شدہ اصول میں خدشہ وارد کرتے ہیں، متکلمین کا عقیدہ ہے کہ وجوب اطاعت اور حرمت معصیت کے بعد عقل عملی تقاضا کرتی ہے کہ یہ دین سے نہیں لیا بلکہ اس کا مرتبہ دین سے پہلے ہے، جبکہ شہید صدر کا نظریہ ہے کہ وجوب طاعت اور حرمت معصیت کا وجوب عقلی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ احتمال عقاب سبب بنتا ہے کہ انسان اطاعت کے لزوم اور معصیت کے ترک کے لیے دین کی معرفت حاصل کرتا ہے، دوسرے الفاظ میں ساری نعمتیں اللہ تعالی کی طرف سے ہیں، اور وہی حقیقی مولی و آقا ہے لہذا اس کی اطاعت کا وجوب اور معصیت کی حرمت حکم عقل کی وجہ سے ہے لیکن شہید صدر اس بات کو قبول نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی اطاعت کا واجب ہونا اور اس کی بارگاہ میں معصیت کرنا حرام ہونے کی علت حکم عقل نہیں بلکہ دفع ضرر محتمل ہے یعنی انسان عقاب سے ڈرنے کی وجہ سے کسی امن دینے والے کی تلاش میں جاتا ہے اور وہ امن دینے والا دین ہے۔

متکلمین کسی نبی کے دعوی نبوت کے اثبات کے لیے معجزے کو کافی سمجھتے ہیں کہ اگر معجزہ نہ دکھا سکے تو گمراہی کی طرف رہنمائی ہوگی اور گمراہی و اضلال اللہ تعالی کی نسبت قبیح ہے، اور اللہ تعالی سے کسی امر قبیح کا صدور محال ہے، لہذا متنبی معجزہ نہیں دکھا سکتا، لیکن شہید صدر فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی نبوت معجزے سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ حساب احتمالات کی روشنی میں مدعی نبوت کے معجزے کی تصحیح ہوگی ورنہ خالی معجزہ اثبات نبوت کے لیے کافی نہیں ہے۔

شہید صدرؒ نے علم کلام میں اگرچہ کوئی مستقل کتاب تحریر نہیں کی ہے لیکن ان کا نظریہ کلامی ان کی کتابوں میں جابجا دیکھنے کو ملتا ہے، البتہ ان کی کتاب الفتاوی الواضحہ میں ایک رسالہ لکھا گیا تھا جسے بعد میں الگ کر کے کتاب بنادی جسے «الموجز فی أصول الدین» کہا جاتا ہے۔

ان کی ایک اہم کتاب کا نام « الأسس المنطقیہ للاستقراء » ہے، اس کتاب میں انہوں نے حس و تجربہ پر بھروسہ کرتے ہوئے حساب احتمالات کے ذریعے سے وجود صانع کو ثابت کیا ہے۔

آپ نے الموجز فی اصول الدین میں دین کی طرف انسان کے تمایل کے بارے میں موجود دس کے قریب نظریات بیان کیا اور اس کے بعد اپنا نظریہ دیتے ہوئے دین کی طرف انسان کے میلان کو فطری قرار دیا ہے۔ ان نظریات میں سے پہلا علم عمرانیات کی رو سے ہے، اس نظریہ کے ماننے والے لوگوں کا کہنا ہے کہ خدا پر ایمان کا منشا طبقاتی فاصلہ ہے، دوسرے لفظوں میں جب کسی معاشرے کا ایک طبقہ دوسروں لوگوں کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنے لگ جائے تو وہ مزدوروں کو اپنے قابو

میں رکھ ان سے کام لینے کے لئے دین کو بنایا، اور ان کو قیامت کے اجر و ثواب کا لالچ دے کر اپنا مفاد حاصل کرنے لگا، اور آہستہ آہستہ مظلوم طبقے نے بھی اسی حالت کو اپنی سرنوشت سمجھ کر دین کی طرف رخ کیا۔

دوسرا نظریہ علم نفسیات کی روسے ہے، ان کے بقول خدا پر ایمان کا سبب فطری حوادث اور مشکلات ہیں جن کی وجہ سے انسان نے اپنی تسکین کے واسطے دین کی تخلیق کی۔

تیسرا نظریہ تاریخ دانوں کا ہے، وہ لوگ جہل ونادانی کو دین کے وجود میں لانے کا سبب قرار دیتے ہیں۔ لیکن شہید صدرؒ معتقد ہیں کہ دین کی طرف انسان کا رجحان فطری ہے اور انسان کے وجود سے باہر اس کی علت ڈھونڈنا عاقلانہ نہیں بلکہ اس مشکل کا حل خود انسان کے وجود کے اندر تلاش کرنا چاہیے، کیونکہ انسان کا باطن اس کے ظاہر سے کئی گنا پیچیدہ اور عمیق ہے اور اس گہرے باطنی سمندر میں دین کی طرف تمائل کا سبب موجود ہے، اور اس کا باطن اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ مربوط ہے، اور اسی فطری میل ہی کے سبب انسان نے فلسفہ وجود میں لایا اور فلسفی مفاہیم جیسے مفہوم وجود وعدم، مفہوم وجوب و امکان، مفہوم علت ومعلول سے بحث کی، اور استدلال میں انہی مفاہیم سے استفادہ کیا تاکہ اللہ تعالی پر ایمان کی بنیاد اور اساس قوی اور مستحکم ہو جائے۔

شہید صدرؒ نے اس بحث کے بعد خدا کے وجود ثابت کرنے کے لیے دو دلیلوں سے استفادہ کیا ہے، ان میں سے پہلی علمی (استقرائی) حساب احتمالات اور دوسری فلسفی ہے، پہلی دلیل میں پانچ مراحل طے کرتے ہیں تاکہ نتیجہ تک پہنچ سکے، اور اس دلیل میں خدا کے علاوہ تین دیگر احتمال بیان کرنے کے بعد انہیں ضعیف قرار دیتے ہوئے رد کرتے ہیں اور آخری احتمال کو قبول کرتے ہوئے اس تائید میں آیت کریمہ سے استفادہ کرتے ہیں «سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ» ترجمہ: ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ یقیناوہی (اللہ) حق ہے، کیا تمہارے لیے تمہارا رب کافی نہیں ہے جو یقیناہر چیز پر خوب شاہد ہے؟۔

بقیہ: السنن التاریخیہ پر ایک نظر

ترقی نہیں کرسکتی ہے۔۔ چاہے علمی میدان، اقتصادی، معاشی یا ثقافتی یا دیگر شعبوں میں۔

تاریخی حقائق جملہ شرطیہ کی شکل میں

آپ نے اس کتاب میں یہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآنی قوانین جملہ شرطیہ کی صورت میں ہیں یعنی ہمیشہ جزا شرط پر موقوف ہے جب بھی شرط آجائے تو جزا خود بخود وجود میں آئے گا۔ جیسے کہ: ان اللہ لایغیر مابقوم حتی یغیر مابانفسھم۔ یعنی قوم کی تبدیلی خود اپنے آپ کی تبدیلی سے مشروط ہے۔

انبیاو مصلحین کی کامیابی اور سنن الہی

ہمیشہ سے انبیا اور الہی تحریکوں کی کامیابی میں بھی یہی سنن و قوانین موثر ہیں۔ جب بھی مذکور شرائط پوری ہوں وہاں کامیاب ہوئے اور جہاں شرائط پورے نہیں ہوئے، ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

نصرت الہی سنن کے مطابق

اس کتاب میں نصرت الہی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے خدا کی نصرت کو بھی سنن الہی سے مربوط قرار دیا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی ان قوانین کی پیروی کریں تو کامیابی وفتح یقینی ہے۔

سنن الہی کی خصوصیات

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کسی خاص علاقہ، جگہ یا زمانے سے مخصوص نہیں بلکہ ہر قوم اور ہر زمانے کے لیے ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ کامیابی اور اہداف کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب انہی سنن کے مطابق اقدام کریں جو خدا نے وضع کیا ہے

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ سنن الہی اور انسان کے ارادہ واختیار میں کوئی تضاد نہیں بلکہ انسان اپنے اختیار وارداہ سے ہی تاریخ کے رخ کو موڑ دیتا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اس سے سے استفادہ کرے، دقت سے مطالعہ کرے اور شبہات کا جواب دے۔ کیونکہ اس کتاب کا مطالعہ بہت سے حقائق سے ہمیں آگاہ کرتی ہے۔ اور مسلمانوں کی کمزوری اور پسماندگی کا سبب بھی اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے۔

شہید محمد باقر الصدرؒ کی فکری اور سیاسی فعالیتیں

سید فرحان حیدر زیدی النجفی۔ نجف اشرف

بیسویں صدی میں عالم اسلام کی بدحالی کے خلاف مختلف فکری و نظریاتی شخصیات منظر عام پر آئیں جنھوں نے اسلام کو کو عصری تقاضوں کے مطابق دنیا میں پیش کیا۔ یہ وہ شخصیات تھیں جنھوں نے انسانیت خصوصا امت مسلمہ کی مختلف شعبوں میں بے مثل فکری و نظریاتی تربیت کے سلسلے میں بے نظیر خدمات انجام دیں اور امت مسلمہ کو رہتی دنیا تک ایسے افراد مہیا کیے جو اسلام کو اس کے صحیح فکر و نظریہ کے مطابق پیش کریں ان میں امام خمینی، رہبر انقلاب اسلامی، شہید مطہری، شہید عارف حسینی، امام موسی صدر، سید مقاومت حسن نصر اللہ جیسے شخصیات نمایاں ہیں انہی شخصیات میں سے ایک اہم شخصیت شہید محمد باقر الصدر ہیں جنہوں نے سر زمین عراق میں اپنی جدوجہد کا آغاز کیا، شہید صدر کا پیغام تمام عالم انسانیت بالخصوص امت مسلمہ کے لئے۔

ان کے افکار اور نظریات نے اسلامی دنیا سے سیاسی اجتماعی اور نظریاتی جمود کو توڑنے میں اہم کردار ادا کیا، شہید صدر ایک ایسی علمی فکری سماجی سیاسی شخصیت تھیں جنہوں نے بلوغیت سے پہلے ہی علمی مراحل کو عبور کر کے ابتدائی جوانی میں ہی اسلامی نظریہ رکھنے والوں کی صف میں آ کھڑے ہوئے، شہید صدر شیعہ مرجع تقلید اور متفکر ہیں، آپ نے اپنی حیات طیبہ میں مختلف شعبوں میں جوہر دکھائے۔

* فکری خدمات

اس کے علاوہ شہید صدر نے اصول الفقہ۔ فقہ۔ فلسفہ۔ اور معرفت شناسی جیسے علوم میں جدید نظریات پیش کئے جس میں بعض مشہور نظریات یہ ہیں

* نظریہ حق الطاعۃ *

شہید صدر نے نظریہ (حق الطاعۃ) کو مشہور نظریہ (قبح عقاب بلا بیان) کے مقابلے میں پیش کیا ہے نظریہ حق الطاعۃ کے مطابق شبہات بدوی میں یعنی ان موارد میں جہاں موجود تکلیف کا احتمال پایا جاتا ہے لیکن اس کے سلسلے میں کوئی دلیل موجود نہیں ہوں تو عقل اس سے براءت کا حکم نہیں دیتی ہے اور وہاں پر احتیاط کو لازم و ضروری سمجھتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ خداوند عالم کا حق اس کے بندوں پر محدود نہیں ہے اور صرف ان بعض مواقع میں شامل نہیں ہوتا ہے جن میں ہمیں تکلیف کا یقین ہو بلکہ وہ ان موارد کو شامل کرتا ہے جن میں ہمیں تکلیف کا احتمال بھی ہو یقین تکلیف نہ ہونے کی صورت میں بھی حکم عقل لزوم احتیاط ہے قابل ذکر ہے کہ شہید بھی دوسرے تمام اصولیوں کی طرح سے اس مورد میں براءت شرعی کو قبول کرتے تھے یعنی ان کا ماننا ہے کہ اگرچہ عقل برائت کا حکم نہیں دیتی ہے آیات و روایات احتیاط کو ضروری نہیں سمجھتی ہیں اور برائت کا حکم دیتی ہیں

* حکومت اسلامی کا وجود *

شہید صدر کی نظر میں حکومت اسلامی کا وجود سماجی ضرورت ہے اور یہ انسانی فطرت پر مبنی ہے اور وہ اس نظریہ کی بنیاد پر حکومت اسلامی کے وجود کو ضروری و لازمی سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اسلامی حکومت محض ایک دینی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ایک بشری و انسانی معاشرے اور تمدنی ضرورت ہے اس لئے کہ یہ حکومت اسلامی، انسانی بشری استعداد کے ارتقا کا واحد راستہ ہے۔۔

* اقتصاد اسلامی پر جدید نظریات *

شہید صدر کی شہرہ آفاق تالیف (اقتصادنا)

سید محمد باقر الصدر کا ماننا ہے کہ جو نظریہ اقتصاد اسلام نے پیش کیا ہے اس کے مطابق اقتصاد ایک مکتب ہے علم اقتصاد اسلامی نہیں مکتب اقتصاد اسلام یعنی یہ کہ اسلام نے اقتصادی زندگی کی تنظیم کے ایک عادلانہ روش اور طرز عمل پیش کیا ہے اور ہر گز اس سلسلہ میں اسلام کی جدید عملی کشف واکتشاف میں نہیں پڑتا ہے مثال کے طور پر اسلام مجاز میں ربا و سود کے عوامل و اسباب کشف کرنے کے فرق میں نہیں پڑتا ہے بلکہ اسے ممنوع قرار دیتا ہے اور مضاربہ کی بنیاد پر ایک جدید نظام کی بنیاد ڈالتا ہے شہید صدر کے مطابق جب اقتصاد اسلامی ریاستوں کے تمام اسلامی معاشرے

میں نفاذ ہو جائے اس وقت عالم یا ماہر اقتصاد، اقتصادی نظریات کو کشف کر سکتا ہے اور علم اقتصادی اسلامی کی تبیین و تشریح کر سکتا ہے

* مکتب اقتصاد اسلامی میں منطقۃ الفراغ *

شہید صدر کے نظریہ کے مطابق اسلام میں منطقۃ الفراغ موجود ہے۔ یعنی بعض موارد میں حاکم کو یہ اجازت حاصل ہے کہ وہ خود قانون کو وضع کرے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ وہ ہے جس میں شارع مقدس نے احکام کو بطور معین وضع کیا ہے اور وہ احکام و قوانین قابل تغیر نہیں ہے۔

دوسرا حصہ وہ ہے جس میں وضع احکام یا قانون بنانا حاکم اسلامی (ولی فقیہ) کی ذمہ داری ہے۔

وہ اس حصہ دوم کو منطقۃ الفراغ کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے استفادہ کیا تھا۔

* توالد ذاتی معرفت و حل مشکل استقراء *

شہید صدر نے کسب معرفت کے لیے ان دو راہوں عقل و حس کے علاوہ ایک تیسری جدید اور روش کا اضافہ کیا ہے اور اس سے توالد یا پیدائش ذاتی معرفت کا نام دیا ہے۔

ان کا ماننا ہے کہ انہوں نے اس جدید نظریے کے پیش کرنے کے ساتھ ہی استقراء کے ظنی ہونے کی تاریخی مشکل کو بھی حل کر دیا ہے۔ نظریہ توالد ذاتی معرفت یعنی ایک معرفت سے دوسری معرفت کا پیدا کرنا بغیر اس کے ان دونوں کے درمیان کوئی ملازمہ پایا جاتا ہو۔ اس نظریے کے مطابق توالد موضوعی یعنی معرفتوں کے درمیان ملازمہ کے ذریعے سے اسے جدید معرفت کا پیدا کرنا۔ معرفت عقلی کسب کرنے کا واحد منحصر راستہ نہیں ہے۔۔۔

ارسطو کی منطق کے بر خلاف عمدہ معارف روشن ذاتی کے ساتھ وجود میں آتے ہیں۔ شہید صدر اپنے اس نظریہ کو اپنی کتاب (الأسس المنطقیہ للاستقراء یا مبانی منطقی) میں پیش کیا ہے۔

سیاسی فعالیت

حزب الدعوۃ اسلامیہ کی تشکیل

۱۳۷۷ میں شہید صدر نے عراق کے بعض علماء کے ساتھ مل کر عراقی مسلمانوں کی سیاسی فعالیت کو منظم کرنے کی غرض سے حزب الدعوۃ اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور پانچ سال کے بعد بعض مصلحت کی بنا پر اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی لیکن وہ اس کے دوسرے اراکین کو اس میں کام کرنے کی تاکید کرتے رہے

جماعۃ العلماء کے ساتھ تعاون

شہید صدر نجف اشرف میں جماعۃ العلماء کے ساتھ تعاون کرتے رہے تھے جس کے ارکان میں شیخ مرتضی آل یاسین، شیخ محمد رضا مظفر، سید مہدی حکیم جیسے علماء شامل تھے، اگرچہ جوانی کے سبب آپ اس جماعت کے رکن نہ تھے مگر اس کے باوجود سنجیدگی سے ان کے ساتھ تعاون کرتے تھے اور جماعۃ العلماء کے بعض مجلہ کے شائع ہونے والے مقالات آپ خود تحریر کرتے تھے۔

انقلاب اسلامی ایران کی حمایت

شہید صدر ایران میں رہبر کبیر امام خمینی کی تحریک کی حمایت کرتے تھے اور آپ نے اپنی کتاب (الاسلام یقود الحیاۃ) اس ہی مقصد کے تحت تالیف کی تھی امام خمینی جب نجف اشرف میں تھے تو شہید صدر کا امام خمینی کے ساتھ بہت قریبی رابطہ تھا شہید صدر نے امام خمینی کے بارے میں تاریخ ساز پیغام امت مسلمہ کے گوش گزار کیا اور فرمایا: امام خمینی میں اس طرح ضم ہو جاؤ جس طرح وہ اسلام میں ضم ہو گئے

* بعث پارٹی کیلئے حرام کا فتویٰ *

جس وقت حکومت عراق نے عوام کو بعث پارٹی کا رکن لازم اور ضروری سمجھا تو شہید صدر نے اس کے رد عمل میں بعث پارٹی کے ساتھ ملحق ہونے کے سلسلے میں حرام کا فتوی دیا جس کے نتیجے میں بہت سارے افراد نے اسکا بننے سے پرہیز کیا۔

شہید صدر اسلام کا ایسا نایاب گوہر تھے کہ جس نے اپنی پوری زندگی خدا اور اہل بیت ع کی خدمت کیلئے وقف کر دی تھی اور اس راہ میں شہادت جیسی عظیم نعمت سے نوازے گئے خداوند کریم سے دعاء ہے کہ انکی روح کو شاد و باد رکھے اور ہمیں بھی انکی راہ پر چلتے ہوئے شہادت جیسی نعمت سے بھرہ مند فرمائے۔

سید محمد باقر الصدرؒ کی بابرکت زندگی اور خدمات

بتول حسین نگری

حق اور باطل کے درمیان ہمیشہ سے معرکہ آرائی جاری ہے، جو اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک حق کا آخری نمائندہ اور وارث زمانہ تشریف نہیں لے آتے اور باطل اور اس کے فتنوں کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ نہیں کر دیتے۔ ان کے آنے سے پہلے یہ قیام اور باطل کے سامنے سینہ سپر ہونے کی رسم اور روایت باقی رہے گی۔ باطل کے سامنے ٹکرانے والے اور اس کا راستہ روکنے والے یقیناً ان کے نمائندے اور ناصران کہلائیں گے۔ یہ الگ بات کہ بعض ایسے فاسد عقیدہ کے لوگ بھی موجود ہیں، جو آپ کی آمد اور ظہور سے پہلے کسی بھی قسم کے قیام اور خروج کو باطل اور حرام سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک یہ قیام اور باطل کے سامنے سینہ سپر ہونا امام کے مقاصد سے انحراف ہے، مگر ان کی تعداد اب بہت کم رہ گئی ہے۔ اس لئے کہ ظلم اس قدر واضح اور آشکار ہو رہا ہے کہ ہر ایک کو اس سے نفرت اور اس کے خلاف قیام اور سینہ سپر ہونے کی سوچ پختہ ہو رہی ہے، اسی وجہ سے آج ہر سو اس قیام اور خروج کے داعی باطل کا سامنے کرنے کیلئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔

آپ خود سوچیں کہ اگر باطل کے سامنے ٹکرانے کی رسم جو کربلائی راستہ ہے نہ ہوتی تو آج باطل کے طرفداروں اور نمائندوں نے عراق، شام اور دیگر مقدس مقامات پر قبضے کی جو روش اختیار کی تھی، اس کا نفاذ تقریباً پورے مشرق وسطیٰ میں ہو چکا ہوتا اور کروڑوں لوگوں کیساتھ ہمارے مقدسات نیست و نابود ہو چکے ہوتے۔

اس صدی میں اس کا سہرا انقلاب اسلامی ایران اور اس کے بانی کو جاتا ہے، جنہوں نے تاریخ کا یہ فراموش شدہ سبق ہم سب کو یاد کروایا اور بتایا کہ کیسے قیام کرنا ہے، کیسے باطل سے ٹکرانا ہے، کیسے اس کا مقابلہ کرنا ہے، کیسے اسے شکست سے دوچار کرنا ہے۔ صرف ایران تک محدود نہیں رہی بلکہ ان کی یہ سوچ اور نظریہ تمام عالم اسلام میں راسخ ہوا، بالخصوص مکتب تشیع کے حقیقی پیروان علماء و مجتہدین نے اسے اپنے اپنے علاقوں اور ممالک میں روبہ عمل لانے کیلئے جدوجہد کا آغاز کیا۔

آیۃ اللہ شہید باقر الصدر کی حیات مبارکہ کے بارے جاننا چاہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ بغداد کے علاقے قدیمیہ (کاظمین) میں یکم مارچ ۱۹۳۵ء بمطابق ۲۵ ذیقعد ۱۳۵۳ھ کو پیدا ہوئے۔ ان کی عمر جب دو سال تھی تو آپ کے والد معروف مذہبی اسکالر سید حیدر الصدر انتقال فرما گئے، جو معروف علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے دادا آیۃ اللہ سید اسماعیل صدر اپنے زمانے کے معروف و مشہور فقہا میں سے تھے۔ صدر خاندان کے بارے یہ معلومات ملی ہیں کہ یہ بنیادی طور پر لبنان سے آکر آباد ہوا تھا۔ اس خاندان کے ایک چشم و چراغ لبنانی شیعوں کے قائد موسیٰ صدر لیبیا کے سفر کے دوران غائب ہو گئے تھے، جو آج تک گم شدہ ہیں۔ یہ وہی شخصیت ہیں، جنہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس شخصیت نے اہل لبنان کی قسمت بدل دی اور انہیں دنیا کی معزز و مکرم ترین اقوام میں لا کھڑا کیا، دنیا آج حزب اللہ اور امل کے نام سے ڈرتی ہے اور ان کے حقوق کوئی پامال نہیں کر سکتا۔

آیت اللہ العظمیٰ سید باقر الصدر کا شمار بلاشبہ گذشتہ صدی کے عظیم فلسفیوں، مذہبی اسکالرز اور مفکرین میں ہوتا ہے۔ آپ کی تحریروں اور قیادت نے عراقی عوام سمیت دنیا بھر کے مظلوموں و محروموں کو نہ صرف متاثر کیا اور حرارت دی، بلکہ آپ نے ایک ایسے ملک میں جہاں کے باشندے زیادہ تر اہل تشیع اور پھر اہل سنت تھے، کو اتحاد و وحدت کی لڑی میں پرونے اور باہمی اختلافات اور کدورتوں کو ختم کرنے کیلئے موثر آواز بلند کی اور اہم مواقع پر ایسے پیغامات دیئے کہ شیعہ و سنی ملکر استعمار اور اس کے زر خریدوں کے مدمقابل اٹھ کھڑے ہوں۔ انہوں نے نہ صرف حکمرانوں کو للکارا بلکہ ان نام نہاد مذہبی عناصر کو بھی چیلنج کیا جو انقلابی اسلامی فکر کی راہ میں رکاوٹ تھے۔ یہ شہید باقر الصدر ہی تھے، جنہوں نے ۱۹۵۷ء میں عراق کی معروف اسلامی دعوہ پارٹی کی بنیاد رکھی۔

شہید باقر الصدر نے حزب الدعوہ کی بنیاد رکھی، تاکہ بعث پارٹی کی جانب سے عراق میں لادینیت و کمیونزم کے فروغ کو روکا جاسکے اور اسلامی

افکار کا احیا کیا جاسکے، ان کے نظریات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تو وہ خشک متقی اور جبہ و دستار والے تھے، جو سیاسی جدوجہد کو غلط سمجھتے تھے اور ان کے پاس ایسے سیاسی و باعمل روشن فکر علماء کیلئے دین سے انحراف کے فتوے صادر کرنا بہت آسان حربہ تھا۔ یہ قدامت پسند علماء شہید صدر کی سیاسی فکر اور جدوجہد کی راہ میں بھی ہمیشہ رکاوٹیں کھڑی کرتے تھے۔ دراصل ان کو حکمران بعثی ٹولہ استعمال کرتا تھا، ان کا رابطہ اخوان المسلمون کی شاخ حزب تحریر سے بھی تھا، جو عراق میں سیاسی جدوجہد کر رہی تھی۔ ۷۰ کی دہائی کے آغاز میں ہی شہید باقر الصدر اس بات کو جان چکے تھے کہ بعثی دہشت گرد عراق کے اسلامی تشخص کے لئے خطرہ ہیں اور خطرے کے باوجود آپ نے اپنی دینی اور تعلیمی سرگرمیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

بنیادی طور پر یہی وہ سیاسی جماعت اور منظم گروہ تھا، جس نے عراق میں بعد ازاں صدام کے ظالمانہ دور میں مظلوم شیعوں کے حقوق کے لئے پیہم اور مسلسل جدوجہد کی۔ آپ کو امام خمینی کی ذات سے اس قدر عشق تھا کہ اس کی خاطر ہر قسم کا خطرہ مول لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے اور ان کی شہادت کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب امام خمینی کو عراق کی بعثی حکومت نے عراق بدر کیا تو اس وقت پولیس کے سخت پہرے اور گھیراؤ کے باوجود آپ امام خمینی کے گھر گئے اور اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔ یہ ان کا جرم بن گیا، جسے گرفتاری کے بعد باقاعدہ ان کے سامنے دہرایا گیا

شہید باقر الصدر امام خمینیؒ سے خاص لگاو رکھتے تھے

تقریب خبر رساں ایجنسی کے مطابق حجت الاسلام و المسلمین محمد حسین مختاری نے شہید باقر الصدر کی شہادت کے موقع پر شہید کی عالم اسلام کے لیے کی جانے والی کوششوں سے متعلق تقریب کے خبر نگار سے گفتگو کرتے ہوئے کہا " شہید صدر کی شخصیت کو چند پہلوؤں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ شہید صدرؒ صرف ایک شخص نہیں تھے بلکہ وہ مکتب تشیع کا حقیقی چہرہ تھے جنہوں نے مکتب اہلبیت علیہم السلام کی مکمل نمائندگی کی۔ وہ درحقیقت اپنے وجود میں ایک امت تھے۔ عراق کی صدام بعثی حکومت نے ان کو شہید نہیں کیا بلکہ ایک امت کو شہید کیا ہے۔ شہید کی چند خصوصیات تھی جنہوں نے شہید صدر کو اعلی مقام تک پہچایا جن میں ۔ عزت نفس ۔ عشق اہلبیت علیہم السلام، انکساری، علمی مقام اور شہید کا انقلاب اسلامی کی خدمت کرنا، یہ تمام خصوصیات نے شہید باقر صدر کو اعلی مقام بخشا۔

امام خمینیؒ شہید صدر کو ایک بلند علمی شخصیت سمجھتے تھے، امام خمینی شہید کی فکری صلاحیتوں کا اکثر اعتراف کیا کرتے تھے اور ان دونوں شخصیات کے درمیان گہرا رشتہ تھا۔ امام خمینی انقلاب اسلامی کے بعد اور اس پہلے بھی شہید کی جدوجہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

شہید صدر بھی امام خمینی کے خاص پیرو تھے اور ان کی تعلیمات کو اپنے لیے مشعل راہ قرار دیا کرتے تھے۔ شہید نے انقلاب اسلامی کے بعد ایران میں اپنے شاگردوں کو ایک خط لکھا' آپ سب پر لازم ہے کہ اپنے صلاحیتوں کو انقلاب اسلامی کی خدمت اور امام خمینی کی اطاعت میں صرف کریں تاکہ اسلام کی قوت میں اضافہ ہو سکے"۔ میں بذات خود راضی ہوں اگر امام خمینی مجھ کو حکم دیں کہ ایران کسی گاؤں میں جاکر اسلام کی خدمت کرو تو میرے بغیر کسی تردید کے عمل کروں گا۔

شہید صدر نے مختلف موضوعات پر متعدد علمی کتابیں تالیف کی ہیں متعدد موضوعات پر آپ کی قلم فرسائی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مختلف سماجی، دینی، سیاسی، اقتصادی اور فلسفی میدانوں میں وسیع النظر اور صاحب رائے تھے۔ آپ نے ان تمام موضوعات پر گرانقدر کتابیں تالیف کی ہیں کہ جن میں درج ذیل کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ اقتصادنا۔(یعنی ہماری اسلامی معاشیات) اس کتاب میں شہید نے واضح کر دیا کہ اسلام کا اپنا ایک معاشی نظام ہے جو دنیا کے مادی نظاموں سوشلزم، سرمایہ دارانہ نظاموں اور کمیونزم سے لاکھوں درجہ بہتر اور قابل عمل ہے۔

۲۔ الاسس المنطقیۃ للاستقراء (یہ کتاب متعدد مرتبہ چھپنے کے علاوہ فارسی میں ترجمہ ہو چکی ہے جس کا فارسی نام "مبانی منطقی استقراء" ہے اور مترجم جناب سید احمد فھری ہیں۔

۳۔ الاسلام یقود الحیاۃ۔ اس مجموعہ کے کل چھ جزء ہیں جو سن ۱۳۹۹ھ میں ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کی مناسبت سے ایران میں چھپ چکی ہیں اس کے چھ جز ہیں۔

۴۔ البنک الربوی فی الاسلام۔

۵۔ بحوث فی شرح العروۃ الوثقی ۳۔

،۵ اپریل ۱۹۸۰ء کو بعث پارٹی کی طرف سے ان کی آخری گرفتاری سے پہلے اپنے گھر والوں سے رخصت ہونے کا غمگین واقعہ..

(۸ اپریل ۲۰۱۷) شہید آیت ا... العظمیٰ سید محمد باقر صدر (رح) کی برسی کی مناسبت سے: "پہلی اور آخری رخصت "۵، اپریل ۱۹۸۰ء بروز ہفتہ، دوپہر اڑھائی بجے پورے نجف کی حفاظت کے ادارے کا رئیس اپنے معاون "ابو شیما" کے ساتھ شہید صدر (رح) کے گھر پہنچا اور انہیں پیغام پہنچایا: "(بعث) پارٹی کے عہدیدار چاہتے ہیں، آپ سے بغداد میں ملاقات کریں۔" شہید صدر (رح): اگر تمہیں مجھے گرفتار کرنے کا حکم ملا ہے تو ٹھیک ہے، تم جہاں چاہو گے میں چلونگا۔ رئیس: جی ہاں، مجھے آپکو گرفتار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ شہید صدر (رح): کچھ دیر میرا انتظار کرو، میں غسل (شہادت) کرلوں، کپڑے بدل لوں اور اپنے گھر والوں سے رخصت لے لوں۔ رئیس: ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ آج یا کل ہی واپس آجاؤ گے۔ شہید صدر (رح): میرے بچوں اور گھر والوں سے رخصت ہونے سے کیا تمہیں کوئی نقصان ہوگا؟ رئیس: نہیں، لیکن ضروری نہیں ہے۔ جو کرنا ہے کرلو۔ شہید صدر (رح) نے غسل شہادت کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کپڑے بدلے۔ اپنی حیران پریشان والدہ کے پاس گئے۔ ان کے ہاتھ کو اپنے سینے سے لگایا اور پیار کیا۔ اس کے بعد ایک ایک بچے کو اپنے سینے سے لگایا اور پیار کیا۔ ان کے ان کاموں سے تمام بچے سمجھ گئے کہ وہ اپنے والد کو آخری بار الوداع کر رہے ہیں۔ وہ جب اپنی پندرہ سالہ بیٹی سے رخصت ہو رہے تھے تو ان کی بیٹی برداشت نہیں کرسکی اور منہ پھیر کر دیوار پر سر کر پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ شہید صدر نے اپنی بیٹی کو آغوش میں لیا اور کہا:

"میری پیاری بیٹی! ہر انسان کو موت آنی ہے۔ موت کسی بھی وجہ سے آسکتی ہے۔ ممکن ہے انسان کسی بیماری کی وجہ یا سوتے ہوئے یا کسی اور وجہ سے مر جائے لیکن خدا کی راہ میں مر جانا بہت ہی اچھا اور شرف کا باعث ہے۔ میں اگر صدام اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں نہ مارا جاؤں، تو کسی بیماری یا کسی اور وجہ سے مر جاؤنگا۔ حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب کو آری سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے لکڑی کی صلیب پہ میخوں سے آویزاں کر دیا گیا لیکن انہوں نے اطاعت اور بندگی کی راہ میں استقامت کی۔ میری پیاری بیٹی! پریشان نہ ہو، ہم سب آج یا کل مر ہی جائیں گے۔ باشرف ترین موت، 'شہادت' ہے۔ میری پیاری بیٹی! میرے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، میں اس کے لئے راضی ہوں۔"۔۔۔

اس کے بعد اپنی اہلیہ سے رخصت لینے کی باری آئی وہ ان کے سامنے کھڑے ہوئے اور انہیں غور سے دیکھنے لگے ۔۔۔ اور انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا:

"موسیٰ کی بہن! کل تمہارے بھائی کی باری تھی اور آج تمہارے ہمنشیں، شریک اور دوست کی باری ہے۔ آج میری باری ہے۔ میری جنت! تمہیں خدا کے حوالے کیا۔ صبر کرنا۔ ہم نے خدا کی بیعت کی ہے اور اس بیعت کو توڑا نہیں جاسکتا، ہم نے (خود کو) خدا کی رضا کے لئے فروخت کر دیا ہے۔ اور خداوند سبحان نے (ہمیں) خرید لیا ہے۔ اے اپنے وطن اور گھر والوں سے دور! تمہاری ذمے داری سنگین ہے اور گھر والوں کی ذمے داری تمہارے کندھوں پر ہے۔ مجھے معاف کر دو۔ میں جا رہا ہوں، قیامت میں ملیں گے ۔۔۔ تین دن میرا انتظار کرنا، اگر واپس نہ آؤں تو میری والدہ اور بچوں کو لے کے "کاظمین" میں میرے بھائی سید اسماعیل کے گھر چلی جانا"۔

"شہید صدر نے اپنی تمام گرفتاریوں میں صرف اسی دفعہ اپنے گھر والوں سے رخصت لی آخر کار انہیں ۹ اپریل ۱۹۸۰ مطابق ۲۳ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ میں شہید کر دیا گیا...

آیت اللہ شہید سید محمد باقر الصدرؒ، پانچ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی سید اسماعیل صدر کے ہمراہ

سید محمد باقر الصدرؒ کی شہادت

ڈاکٹر راشد نقوی۔ تہران

مقدمہ

آیت اللہ حکیم کی وفات کے بعد ۱۳۹۰ ہجری میں آیت اللہ سید محمد باقر ال صدر کی مرجعیت کا دور شروع ہوا اور بہت سے عراقیوں نے آپ کی تقلید کی۔ آپ جمعہ کے دن صبح سے رات تک اور دوسرے دنوں میں ظہر کی اذان سے ایک گھنٹہ پہلے لوگوں کے لیے اپنے گھر کا دروازہ کھول دیتے تھے اور لوگ اپنے علمی و عملی مسائل کے حل کے لیے آپ کے گھر جاتے۔

ہر بدھ کو مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد آپ کے گھر میں امام حسین علیہ السلام کی یاد میں مجلس اور عزاداری کا انعقاد کیا جاتا تھا۔ اس مجلس میں کثیر تعداد میں علماء کرام اور نوجوان طلباء شرکت کرتے تھے۔ آیت اللہ صدر نے اس طرح سے عاشورا، فلسفہ شہادت اور قربانی کی ثقافت کو زندہ رکھا۔

آیت اللہ سید محمد باقر صدر کی گرفتاری

۱۳۹۲ ہجری قمری میں عراق کی بعثی حکومت نے مسلمان مبارزین کی گرفتاری اور تشدد میں اضافہ کیا۔ شہید آیت اللہ صدر جو اس تحریک کے قائدین میں سے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے حق میں اعلان حق کرتے تھے بعثی حکومت کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔ جب گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ اس وقت بیماری کے باعث ہسپتال میں داخل تھے لیکن عراقی حکومت نے انہیں ہسپتال میں بھی نہیں چھوڑا اور انہیں گرفتار کرنے کا فیصلہ کیا۔ پہلے انہوں نے اسپتال کا محاصرہ کیا اور پھر آیت اللہ صدر کو اسی بیماری اور کمزوری کے ساتھ ہتھکڑیاں لگا کر کوفہ اسپتال کے جیل وارڈ میں منتقل کر دیا البتہ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ مسلم عوام نے ایک شاندار اجتماع کرکے ان کی گرفتاری پر سخت احتجاج کیا جو بالآخر آیت اللہ صدر کی رہائی اور اسلام دشمن طاقتوں کی شکست کا باعث بنا۔

آیت اللہ شہید صدر کا فتویٰ

انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی سے قبل شہید آیت اللہ سید محمد باقر صدر نے ایران کے اسلامی انقلاب کی بھرپور حمایت کی اور امام خمینی کے ساتھ اپنے تعلقات کو مزید مضبوط کیا آپ نے پیرس میں امام خمینی کو ایک خط لکھا جس میں ایرانی انقلاب کی شاندار الفاظ میں تعریف کی اور پوری ہمت کے ساتھ اپنی حمایت کا اعلان کیا۔ اس طرح انہوں نے اسلامی انقلاب کے بارے میں اپنا تاریخی فتویٰ جاری کیا:

"جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے ایران میں اٹھے اور مارے گئے وہ شہید ہیں اور خدا انہیں جنت میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ محشور کرے گا۔ ان شاء اللہ۔" سید محمد باقر صدر۔

مرحوم آیت اللہ محمد علی تسخیری اپنے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں۔ امام خمینی مرحوم کے لیے شہید صدر مرحوم کی محبت کا معاملہ بالکل واضح اور نمایاں تھا۔ شہید صدر اپنے شاگردوں کو امام خمینی کے درس میں شرکت کی ترغیب دیتے تھے، وہ خود امام سے ملاقات کے متمنی رہتے تھے لیکن یہ محبت اس وقت مزید نمایاں ہوئی جب انقلاب اسلامی ایران کامیاب ہوا، شہید صدر انقلاب کی کامیابی کے بعد انقلاب کے ایک بہت بڑے حامی بن کر سامنے آئے۔ ایران میں جب اسلامی آئین کا مسئلہ سامنے آیا تو شہید صدر نے آئین کے مصنفین کی رہنمائی کے لیے کئی پمفلٹ لکھے اور ایران بھیجے جو اب بھی موجود ہیں۔ انقلاب اور امام خمینی سے محبت کا ان کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے شاگردوں سے یہ تاریخی جملہ کہا کہ تم امام خمینی کی ذات میں اس طرح ضم ہو جاؤ جس طرح وہ اسلام میں ضم ہو چکے ہیں۔ آپ نے یہ جملے اس وقت کہے جب آدھا عراق آپ کا مقلد تھا۔ آپ نے امام خمینی کے نام خط میں لکھا میں آپ کی قیادت میں ہر طرح کی خدمت کے لئے حاضر ہوں، آپ جو کہیں گے میں وہی کروں گا۔ اس سے امام کی انقلابی تحریک سے شہید صدر کی محبت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

شہید صدر کے شاگرد مرحوم آیت اللہ محمد علی تسخیری مزید کہتے ہیں میں جانتا ہوں کہ شہید بہشتی اور مرحوم شہید مطہری اور انقلاب کے بہت سے رہنما اور امام کے شاگرد شہید صدر سے محبت کرتے تھے حالانکہ ان میں سے بعض نے ممکن ہے ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہ ہو۔ آیت اللہ خامنہ ای نے بھی شہید صدر سے ملاقات کی اور ان کی تعریف کی اور مرحوم کے بارے میں بعض پیغامات لکھے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ امام خمینی مرحوم کی قیادت میں تھے ان کا جناب صدر مرحوم کے ساتھ گہرا میل جول اور تعلق تھا۔

جہاد کا فتویٰ

جب عراقی حکومت نے اپنے ظلم وستم میں اضافہ کیا اور مسلمانوں اور علماء کو قتل کرنا جاری رکھا تو آیت اللہ سید محمد باقر صدر نے ایک فتوی میں جہاد کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

عراق کی تمام حریت پسند اور مسلمان قوم پر یہ فرض ہے کہ وہ بعث پارٹی اور اس کے قائدین کے خلاف مسلح قیام کریں تاکہ اپنے آپ کو ان خونخوار درندوں کے چنگل سے بچایا جاسکے۔ سید محمد باقر صدر۔

فتویٰ جاری ہونے کے بعد عراقی حکومت خوفزدہ ہوگئی اور انہوں نے فوری طور پر شہید صدر کے گھر کو گھیرے میں لے لیا۔

بنت الہدیٰ کا پیغام

آیت اللہ شہید صدر کی بہن بنت الہدیٰ، جو اسلام کو زندہ رکھنے کے لیے ہمیشہ شہید صدر کے شانہ بشانہ میدان عمل میں تھیں، نے ایک ولولہ انگیز پیغام جاری کیا

خدا کی قسم! راہِ خدا میں شہادت کی تمنا میں جی رہی ہوں۔ جب تک مجھے یقین ہے کہ میرا کام خدا کے لیے ہے میں اپنے راستے پر چلتی رہوں گی۔ میں اس طرح مروں یا اسی طرح جیوں لیکن شہادت ایک تمنا ہے جو مجھے مسلسل اپنی طرف کھینچتی ہے۔ باقی جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

جب شہید آیت اللہ صدر کو عراقی حکومت نے گرفتار کیا تو نجف کی سیکیورٹی کے سربراہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ عرب ہیں لیکن ایک غیر عرب یعنی ایران اور وہاں کے انقلاب کی حمایت کیوں کررہے ہیں اور آپ نے اپنی تمام سرگرمیاں ایران اور خمینی کی مدد کے لئے کیوں مخصوص کردی ہیں؟ . آپ نے نجف میں مرتضی مطہری کی شہادت پر تعزیتی مجلس کیوں برپا کی وہ تو ایک فارسی بولنے والا ایرانی عالم ہے؟۔ سیکوریٹی انچارج نے مزید کہا خمینی سے خط وکتابت کیوں کرتے ہو؟ ۔ آیت اللہ صدر نے غصے سے کہا:

میں ایک مسلمان ہوں اور میں دنیا کے تمام مسلمانوں کے حوالے سے ذمہ دار ہوں اور مجھے اپنی عالمی ذمہ داری پوری کرنی ہے۔ اور یہ عربوں اور غیر عربوں، ایرانیوں اور غیر ایرانیوں کے بارے میں نہیں ہے یہ اسلام کا مسئلہ ہے اور میں اس سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

بنت الہدیٰ صدر کا پیغام

جب آیت اللہ سید محمد باقر الصدر کو عراق میں بعثی حکومت نے گرفتار کیا تو آیت اللہ صدر کے ایک دوست نے صدر کی بہن بنت الہدیٰ کو کچھ عرصہ خاموش رہنے اور عراقی حکومت کے ظلم وجبر کے خلاف احتجاج نہ کرنے کی تجویز دی لیکن بنت الہدیٰ نے انقلابی جواب دیا:

مذہبی ذمہ داری اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم جبر و استبداد کے خلاف ایسا موقف اختیار کریں۔ خاموشی کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ ہمیں جہاد اور جدوجہد کا ایک اور صفحہ کھولنا چاہیے۔ ہم کئی سالوں سے خاموش ہیں اور ہم جتنا خاموش رہیں گے ہمارے دشمن مزید گستاخ ہوتے جائیں گے۔ ہم کیوں خاموش رہیں؟

اس کے بعد بنت الھدا مولا علی ع کے حرم کی زیارت کے بعد اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے شہر کے بازار میں جاتی ہیں اور عراق میں بعثی حکومت کے خلاف لوگوں کو تبلیغ کرتی ہیں۔

شہادت

۷ اپریل ۱۹۸۰)۱۶ فروردین ۱۳۵۹ (کو عراق کی بعثی حکومت آیت اللہ سید محمد باقر صدر اور ان کی بہن بنت الہدیٰ کو گرفتار کرکے بغداد لے گئی۔ عراق کی قومی سلامتی کے ادارے کے سربراہ نے آیت اللہ صدر کو موت کی دھمکی دی اور کہا کہ اگر موت سے بچنا چاہتے ہو تو انقلاب اسلامی ایران کے خلاف چند الفاظ لکھو۔ آیت اللہ صدر نے انکار کیا اور کہا میں شہادت کے لئے تیار ہوں۔ اس جواب کے بعد اس عظیم مجاہد اور عالم کو انکی مجاہدہ اور عالمہ بہن کو تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کردیا جاتا ہے۔ آخرکار ۹ اپریل ۱۹۸۰ کی نصف شب کو دونوں شہداء کی میتیں ان کے اہل خانہ کے حوالے کردی گئیں۔

ایک عینی شاہد نے آپکی شہادت کے واقعہ کو یوں نقل کیا ہے۔ شہادت سے پہلے، شہید صدر دس ماہ تک گھر میں محصور رہے، یہاں تک کہ وہ ۱۹

جمادی الاولی ۱۴۰۰ھ کو اپنی بہن بنت الہدیٰ کے ساتھ گرفتار ہوئے اور تین دن بعد انتہائی بہیمانہ اور المناک طور پر شہید کر دیئے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ صدام نے خود اپنے ہاتھوں سے اس عظیم بھائی اور بہن کو شہید کیا اور بذات خود ان کے تشدد میں شریک ہونے کے بعد انہیں گولی ماردی۔

تین ذرائع نے اس جرم کو بیان کیا ان مآخذوں میں سے ایک، شیخ محمد رضا النعمانی کی کتاب "سنوات المحنۃ و ایام الحصار" ہے اس میں ایک صدامی فوجی کا حوالہ دیا گیا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پھانسی کے کمرے میں موجود تھا۔ وہ لکھتا ہے سید محمد باقر الصدر کو تشدد والے کمرے میں لایا گیا اور انہیں باندھ دیا گیا پھر صدام خود آیا اور اس نے عراقی لہجے میں کہا، "اے محمد باقر، کیا تم حکومت بنانا چاہتے ہو؟" پھر اس نے پلاسٹک کے ڈنڈے سے مارنا شروع کر دیا اور پوری طاقت سے سید کے سر اور چہرے پر مارا۔

اس فوجی نے مزید کہا: "سید اور صدام کے درمیان شدید زبانی جھگڑا ہوا، جس سے صدام بہت ناراض ہوا اور اپنے آدمیوں کو سید پر سخت ترین تشدد کرنے کا حکم دیا۔ اس دوران بنت الہدی کو لایا گیا۔ وہ نیم مردہ تھی ان پر دوسرے کمرے میں تشدد کیا گیا تھا۔ انہیں زمین پر گھسیٹتے ہوئے لایا گیا۔ سید نے اپنی بہن کو دیکھا تو صدام سے کہا: اگر تم مرد ہو تو میرا ہاتھ کھول دو۔ اور میرا مقابلہ کرو۔ صدام نے ایک کوڑا لے کر بنت الہدی کے بے جان جسم پر مارا اور اس فوجی کے مطابق پھر حکم دیا کہ اس بزرگ خاتون کی چھاتیوں کو اس کے بھائی کے سامنے کاٹ دیا جائے۔

سید باقر صدر، صدام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم بزدل ہو اور صرف اپنے محافظوں میں تم بہادر بنتے ہو۔ یہ سن کر وہ غصے میں پاگل ہو گیا اس نے اپنا پستول نکالا اور تمام گولیاں سید اور آپکی بہن پر خالی کر دیں ۔ دونوں بہن بھائیوں کو قتل کر کے پاگلوں کی طرح گالی گلوچ اور توہین کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

۹ اپریل ۱۹۸۰ کو رات ۹ بجے کے قریب نجف شہر کی بجلی کی سپلائی اچانک منقطع ہو گئی اور اندھیرے میں صدام کی سیکورٹی فورسز کے ایک گروپ نے مرحوم سید محمد صادق صدر جو شہید باقر الصدر کے رشتہ دار تھے کے گھر پر دھاوا بول دیا۔ سپاہیوں نے سید محمد صادق صدر سے کہا کہ وہ ان کے ساتھ گورنر کے دفتر آئیں۔

نجف کا سیکورٹی کا ڈائریکٹر جو گورنر ہاؤس میں سید محمد صادق کا انتظار کر رہا تھا اس نے کہا: "یہ صدر اور اس کی بہن کی لاش ہے۔" ہم نے انہیں پھانسی دے دی ہے اور پھر اس نے سید محمد صادق سے کہا کہ وہ لاشیں اپنے ساتھ لے جا کر دفن کر دیں۔ نجف میں سیکورٹی کے ڈائریکٹر نے اپنے سپاہیوں سے تابوت کھولنے کو کہا تو سید محمد صادق نے شہید صدر کے خون میں ڈوبی ہوئی لاش کو دیکھا ان کے چہرے پر تشدد کے نشانات نمایاں تھے۔

شہیدہ بنت الہدی کی لاش کی صورت حال بھی اپنے بھائی سے بہتر نہیں تھی۔ آخر کار ان دونوں عظیم شہداء کے جسد خاکی کو نجف کے وادی السلام میں خفیہ طور پر سپرد خاک کر دیا گیا۔

ان کا راستہ زندہ اور پائیدار رہے!

آیت اللہ صدر کی شہادت پر امام خمینی کا پیغام

آیت اللہ سید محمد باقر صدرؒ اور ان کی عزیز بہن بنت الہدی صدرؒ کی شہادت کے بعد امام خمینیؒ نے اپنے ایک پیغام میں فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انا للہ وانا الیہ راجعون

نہایت افسوس اور دلی رنج کے ساتھ

مرحوم آیت اللہ شہید سید محمد باقر صدر اور آپکی ہمشیرہ مکرّمہ و مظلومہ بنت الہدی جو علم و اخلاق کے معلم اور علم وادب کی قابل فخر شخصیات تھیں انتہائی بہیمانہ انداز سے شہادت کے عظیم وارفع درجہ پر فائز ہو گئے۔ ہم اپنی طرف سے اس عالم اور مجاھد شخصیت کی جو حوزہ ھای علمیہ کے دینی مراجع اور اسلامی دانشوروں کا افتخار تھے، شہادت کی مناسبت سے تین دن کے سوگ کا اعلان کرتے ہیں اور پروردگار عالم سے اس عظیم نقصان کے ازالے کی دعا کرتے ہیں۔

دوم اردیبهشت ۱۳۵۹. روح اللہ الموسوی الخمینی.

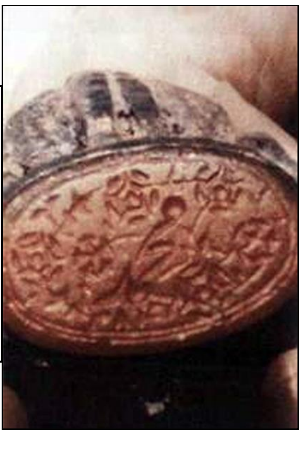

شہید صدرؒ کی وہ انگوٹھی جو شہادت کے وقت آپ نے پہن رکھی تھی، جو آپ کی شہادت کے ۱۷ سال بعد مل گئی تھی۔

شہیدہ بنت الہدیٰ رحؒ کی زندگی پر ایک نظر

گل چہرہ جوادی

مقدمہ:

تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور کے فرعون ویزید کے مقابلے میں شروع سے ہی ایک حسین رہا ہے۔ البتہ اگر ہم غور وفکر کریں تو ہر دور کے حسین کے ساتھ، حسینی مشن واہداف کو بچانے اور رہتی دنیا تک پہنچانے کے لیے ایک باکردار خاتون کا ہاتھ ضرور ہے۔ انہی زینبی کردار کے حامل مجاہدہ خواتین میں سے ایک شجاع، بہادر، علم ومعرفت سے آشنا ایک خاتون زینبی عزم و سیرت کا پرتو شہیدہ بنت الہدیٰ رحؒ ہے۔ آپ کی شجاعت اور بہادری کے لیے اتنا ہی کافی ہیں کہ آپ کا دشمن اس حد تک خوف زدہ تھا کہ جب آپ کو شہید کرنے کے بعد ان سے پوچھا گیا تو صدام نے کہا کہ میں یزید کی غلطی کو دہرانا نہیں چاہتا تھا اس لئے ان کو بھی شہید کیا۔ اس بات سے یہ اندازہوتا ہے کہ دشمن آپ سے کس حد تک خوف زدہ تھا۔ اسی طرح جب سید باقر صدرؒ کو دشمن نے گرفتار کر لیا تو آپ حرم امام علی علیہ تشریف لے گئی اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں واپس نہیں جاؤں گی، میں تمہارے ساتھ زینب کی طرح رہنا چاہتی ہوں جو اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ تھی۔" جب تک سید محمد باقر صدرؒ کو لے جانے والی گاڑی کھڑی تھی وہ اپنے بھائی کو ساتھ لے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی لیکن جب گاڑی چلی تو اس نے گرجدار تکبیروں سے دشمنوں کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا اور آپ نے اپنے ان آیات کی تلاوت کی :

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ » (شعراء:۲۲۷)و« قالَ مُوسى لِقَوْمِهِ اسْتَعينُوا بِاللَّهِ وَ اصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُها مَنْ يَشاءُ مِنْ عِبادِهِ وَ الْعاقِبَةُ لِلْمُتَّقينَ » (اعراف:۱۲۸)اور اپنی گفتگو ختم کی۔

سوانح حیات:

سیدہ آمنہ صدر المعروف بنت الہدی صدرؒ، شہید اسلام سید محمد باقر الصدرؒ کی بہن تھیں، جو ۱۳۵۷ھ ،۱۹۳۷ء کو عراق کے شہر کاظمین میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم کے ساتھ ساتھ نحو، منطق، فقہ اور اصول وغیرہ تعلیم اپنے گھر پر ہی حاصل کی۔ سید محمد باقر الصدرؒ، شیخ زہیر الحسن اور ام علی الحسن ان کے استاد شمار ہوتے ہیں۔

بنت الہدیٰ، عراق کی ایک خاتون مصنفہ اور انتہائی فعال ثقافتی سیاسی کارکن تھیں۔ ان کی ثقافتی اور مذہبی سرگرمیوں میں نجف اور کاظمین میں الزہرا اسکولز کی نگرانی، گھروں میں اجلاسوں کا انعقاد، الاضوا میگزین میں مضامین، افسانے اور مذہبی نظمیں لکھنا شامل ہیں۔

بنت الہدی نے شاعری اور افسانے جیسے ادبی اوزار کی مدد سے خواتین کو ان کی مذہبی شناخت اور حیثیت سے آگاہ کرنے اور "خاندانی نظام" کو "مذہبی آئیڈیل" کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی۔

ان کے مضامین میں ان مظالم کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں جو مردوں کی طرف سے شادی کے بعد عورتوں پر ڈھائے جاتے ہیں اور اس طرح کی زیادتیوں اور جبر وتشدد کو اسلام سے منسوب کیا جاتا ہے۔

ان کا خیال ہے کہ اس طرح کے رویے، خواتین کے حقوق کی پامالی ہے جو اسلام کی روح اور اس کی "اعلیٰ تعلیمات" کے منافی ہیں۔

بنت الہدیٰ بعض مردوں کے آمرانہ رویے پر کڑی تنقید کرتی ہیں جو اپنی بیٹیوں اور بیویوں کی قسمت کا فیصلہ ان سے مشورہ کیے بغیر، اپنی خواہشات کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ وہ خواتین کو اس بات کی یاد دہانی کراتی ہیں کہ اسلام، ظلم کو مٹانے اور ظالموں کو سزا دینے کے لیے آیا ہے، مظلوم نسل پیدا کرنے کے لیے نہیں۔ بنت الہدیٰ کا خیال ہے کہ اسلام نے مشرق اور مغرب کے دیگر نسلی گروہوں اور اقوام کے برعکس، جو

خواتین کو ذلیل سمجھتے تھے، مردوں کو عورتوں کے برابر قرار دیا اور ان کے سماجی حقوق کو مدنظر رکھا۔

بنت الہدیٰ الصدر نے اپنے مضامین میں "اسلامی ممالک پر مغرب کی ثقافتی یلغار" کا ذکر کرتے ہوئے مغربی تہذیب کے مادی فوائد کے بارے میں بات کی اور ساتھ ہی اس حملے کے خلاف مذہبی شناخت کے تحفظ کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے جو کہانیاں لکھی ہیں ان میں انہوں نے خواتین میں پائی جانے والی بعض غلط عادات کی نشاندہی کی اور انہیں ہنر کی زبان سے اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے۔

فکری اور ثقافتی سرگرمیاں

بنت الہدیٰؒ نے بلاشبہ ایک فعال اور متحرک زندگی گزاری ہے۔ ان کی زندگی کا محور اسلام اور اس کی اعلیٰ تعلیمات کا پرچار تھا۔ ان کے سینے میں بھی اپنے بھائی کی طرح ایک ہمدرد دل دھڑکتا تھا اور ان کے ذہن و روح میں احساس ذمہ داری کا ایک طوفان برپا تھا۔ اسی لیے صنف نازک سے تعلق رکھنے کے باوجود انتہائی کٹھن مراحل میں بھی مردوں سے بڑھ کر ثابت قدمی دکھائی اور مختلف میدانوں میں اپنی خدمت اور صلاحیت کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ ان کی فکری اور ثقافتی سرگرمیوں میں بچیوں کی کلاسوں سے لے کر سکولوں کے انتظامات تک شامل ہیں۔

مختلف کلاسز اور کانفرنسوں کے ذریعے وہ ہمیشہ لڑکیوں کی تربیت پر توجہ دیتی تھیں۔ خصوصی طور پر نوجوان لڑکیوں کو عبادت کی ترغیب دیتی تھیں جو بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہوں اور ان میں حجاب کا شعور اجاگر اور دینی جذبہ بیدار کرتی تھیں۔

انہوں نے اپنی سیاسی جدوجہد کا آغاز ۱۳۳۶ میں کیا، لیکن ان کے تعلیمی اور تبلیغی جہاد کا سلسلہ مختلف شکلوں میں جاری رہا۔ ۱۳۴۴ میں انہوں نے "بنت الہدیٰ" کے قلمی نام سے مذہبی مضامین لکھنا شروع کیا۔ اس طرح عراقی خواتین کی رہنمائی اور انہیں اسلام سے روشناس کرانے کے لیے تعلیم اور قلم کے ہتھیار سے ان کی ایک نئی کوشش کا آغاز ہوا اور وہ عراق میں خواتین کے لیے اسلامی تعلیم کی علامت بن گئی۔

گھریلو نشستیں اور الاضواء رسالہ

بنت الہدیٰ اپنے ہاں بھی اور دیگر اعزا و احباب کے گھروں میں بھی دینی تبلیغ کے لیے مختلف مناسبتوں پر مجالس کا اہتمام کیا کرتی تھیں اور الاضوا میگزین میں عراقی اور عرب لڑکیوں کے لیے لکھتی بھی تھیں۔ اس میگزین میں ان کی تحریریں دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور مغربی ماڈلز کو رد کرنے والی خواتین کے بارے میں ہوتی تھیں۔

الزہرا سکولز کی نگرانی

وہ بغداد، نجف، کاظمین، بصرہ، دیوانیہ اور حلہ میں الزہرہ گرلز اسکولوں کے بانیوں میں سے ایک تھیں۔ نجف اور کاظمین کے اسکولوں کی نگرانی وہ خود کرتی تھیں اور ہفتے کے مختلف دنوں میں دونوں شہروں کے دورے کرتی تھیں۔ ان اسکولوں میں رائج نصاب کے علاوہ لڑکیوں کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانے کے لیے عقائد بھی پڑھائے جاتے تھے۔

کہانی اور شاعری

بنت الہدیٰ نے اپنے افکار کو وسیع سطح پر پھیلانے کی غرض سے کہانیاں لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ بہت سے عرب اور اسلامی ممالک کی خواتین، آپ کی کتابوں کے مطالعے کے ذریعے اسلام کے حقیقی نظریات سے روشناس ہوئیں۔

ان کی کہانیوں کے موضوعات میں خاندانی مسائل، اسلامی عمل، کام کرنے والی خواتین کی مشکلات، تضحیک، عورتوں کی شکل کو داغدار کرنا، خوبصورتی، میک اپ، حجاب وغیرہ شامل تھے۔ انہوں نے اسی مقصد کے لیے شاعری بھی کی۔ ان کی بیشتر نظموں میں مذہبی رنگ نمایاں ہے۔

انمول کتابیں

بنت الہدیٰ کے رسا قلم سے بہت سی شاہکار کتابیں منصہ شہود پر آئی ہیں، جن میں سے ایک کتاب کا اردو ترجمہ بھی "ہار جیت" کے عنوان سے چھپ چکا ہے۔ ان کتب میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

"سچ کی تلاش میں"، "کھویا ہوا گھر"، "ہسپتال کا دورہ"، "دو عورتیں اور ایک مرد"، "مسلم خاتون کا کردار"، "ہار جیت"، "مشکل اور کال کرنا"، "مکہ کی بلندیوں پر: یادداشتیں اور مضامین"، "نبی اکرم کے ہمراہ رہنے والی عورت"، "میری خواہش ہے"۔

سیاسی سرگرمیاں اور شہادت:

بنت الہدیٰؒ، عراق کی سرزمین پر خواتین کی اسلامی تحریک کی علمبردار تھیں۔ وہ اپنے بھائی سید محمد باقر صدرؒ کے نقش قدم پر چل رہی تھی۔ انہوں نے اپنے دور کے اہم سیاسی واقعات میں اپنا بے مثال کردار پیش کیا اور ایک متحرک انسان کے روپ میں شہادت کو گلے لگایا۔

امام خمینیؒ کی قیادت میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد، سید باقر صدرؒ اور ان کی بہن بنت الہدیؒ کو اسلامی انقلاب کے سخت حامی ہونے کی وجہ سے عراق کی ظالم اور خونخوار حکومت نے تنگ کرنا شروع کیا۔ ۸ جون ۱۹۷۹ کو سید محمد باقر صدرؒ، عراق کے مستبد اور آمر حکمران صدام حسین کے حکم سے گرفتار کر لیے گئے۔ بھائی کی گرفتاری کے موقع پر سیدہ بنت الہدی بھی گھر کے قریب مرکزی سڑک پر آگئیں، کیونکہ انہوں نے بھی اپنے بھائی کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن بعثی حکام نے اس کی اجازت نہیں دی، تو وہ حضرت امیر المؤمنینؑ کے حرم میں چلی گئیں۔ رات کا وقت تھا، انہوں نے وہاں زائرین کے ہجوم میں ایک خطبہ دیا۔ اگلے دن سے وہ ہر روز حرم جا کر تقریر کرتی تھیں۔ بالآخر بنت الہدی کی کوشش سے ان کے بھائی کو جیل سے رہا کر دیا گیا۔

۸ اپریل ۱۹۸۰ کو عراق کی بعثی حکومت نے شہید باقر الصدرؒ اور بنت الہدیؒ دونوں کو گرفتار کر لیا اور صدام کے حکم سے دونوں بہن بھائیوں کو گرفتاری کے تین دن بعد (یعنی: ۱۰ اپریل ۱۹۸۰) تشدد کے بعد شہید کیا گیا۔

نتیجہ:

اس عظیم المرتبت خاتون، آمنہ بنت الہدیٰ صدرؒ کی زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان خواتین میں سے نہیں تھیں جو مشکل حالات سے خوفزدہ ہو جاتی ہیں، بلکہ تمام سختیوں کے باوجود ہمیشہ ثابت قدم رہتی ہیں، خواہ وہ علمی میدان ہو یا عملی۔

ان کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ خواتین کو سختی اور مشکلات سے نہیں گھبرانا چاہیے بلکہ مشکلات میں زیادہ سے زیادہ ثابت قدم رہنے اور اپنے اہداف کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔

انہوں نے اپنے گھر میں خواتین کے لیے کلاسز اور نشستیں منعقد کر کے انہیں دینی تعلیمات سے متعارف کرایا۔ عراقی خواتین کے لیے اسلامی تصورات اور اسلامی طرز زندگی کے ساتھ کہانیاں لکھیں اور الاضواء میگزین کے ذریعے اپنے افکار کو پھیلایا۔ ان کی ساری فکر لڑکیوں اور خواتین کو مذہبی معاملات سے آشنا کرنا اور انہیں مغربی طرز عمل سے روشناس کرانا تھا۔ اسی طرح آپ اخلاقی میدان میں بھی اسلام کا کامل چہرہ نظر آتا ہے جیسے کہ آپ کی ایک شاگرد کہتی ہے:

میں نے بنت الہدی میں محبت، پیار اور پرکشش انداز دیکھا اور عمومی طور پر اسلام کا مکمل چہرہ دیکھا۔ اُن کے اندر خودی کا ظہور ہوا تھا۔ انہوں نے دوسروں میں شعور و آگاہی کی دولت بانٹنا اپنا دینی فریضہ قرار دیا۔ وہ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتی تھی جیسے وہ کئی سالوں سے ان کے ساتھ رہی ہوں۔ "ان کے کردار کا ان کے دل پر گہرا اثر تھا۔" ذرا سوچئے کہ خدیجہ کبری، فاطمہ زہرا اور زینب سلام اللہ علیہا کیسی تھیں؟

مجاہدہ عالم بنت الہدیٰ نے اپنی زندگی کے دوران، خاص طور پر اپنے بابرکت سالوں میں، مسلمان خواتین اور لڑکیوں کو بیدار کرنے کے لیے دن رات کام کیا، جو غیروں کی بے ہودہ اور دشمن کی تہذیب سے متاثر تھیں۔ اسلامی کلچر کو انسانیت کے لئے پیش کرنا اور مذہب اور عقیدہ کو اپنی زندگی کا مرکز بنانا ان کا مشن تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے اسلام کے روشن اصولوں و تعلیمات کے نشر و فروغ اور نفاذ کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کر دی۔

حوالہ جات:

حسینی حائری، سید کاظم: زندگی و افکار شہید صدر، ترجمہ حسن طارمی، تہران، وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، ۱۳۷۵، چاپ اول، ص ۳۲.
حسینی حائری، سید کاظم: زندگی و افکار شہید صدر، ترجمہ حسن طارمی، تہران، وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، ۱۳۷۵، چاپ اول، ص ۳۱ و ۳۲.
الحسون، اعلام النساء المؤمنات، ۱۴۱۱ق، ص ۷۴.
بنت الہدی در آئینہ خاطرات منتشر نشدہ خانوادہ شہید صدر، ترجمہ: عبدالکریم زنجانی، ماہنامہ شاہد یاران، ش ۱۸، اردیبہشت ۱۳۸۶
الحسون، اعلام النساء المؤمنات، ۱۴۱۱ق، ص ۶۷-۷.
« آمنہ صدر »، زن محجبہ ای کہ یک جنبش شد، حاجی پور، زہرا، پایگاہ حوزہ، ش ۲۸، بہار ۱۳۸۷
بنت الہدی سایت رحماء
محمد الحسون، ام علی مشکور، اعلام النساء المؤمنات، ص ۸۸-۸۹.
ان. ویلی، جویس، نہضت اسلامی شیعیان عراق، ص ۱۱۲

شہیدہ بنت الہدیٰؒ، فقہاء، علما اور احباب کی نظر میں

ترتیب وتدوین :ایمن زہرا شگری

شہیدہ سیدہ آمنہ بنت الہدیٰؒ تاریخ اسلام کی ایک عظیم شخصیت ہے جنہوں نے اپنے جلیل القدر بھائی آیت اللہ العظمیٰ شہید محمد باقر الصدرؒ کے شانہ بشانہ تبلیغی، ثقافتی، جہادی اور سیاسی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کسی انسان کو اگر ہم نے نہیں دیکھا، یا ہم اسے براہ راست پہچاننے سے قاصر ہیں تو اس کو پہچاننے کا ایک راستہ یہ ہے کہ ہم اس کے ہمفکر افراد، اہل خاندان اور ان دوست احباب کے ذریعے اسے پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں، جنہیں اس کے بارے میں گہری آشنائی ہوتی ہے۔ اسی طریقہ کار کو مد نظر رکھتے ہوئے پیش نظر، مختصر مضمون میں فقہا، علما، اہل خاندان اور دوست احباب کی زبانی شہیدہ بنت الہدیٰؒ کی شخصیت سے آشنائی کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت امام خمینیؒ

حضرت امام خمینیؒ نے شہید باقر الصدرؒ اور شہیدہ بنت الہدیٰ کی شہادت کی مناسبت سے اپنے پیغام میں فرمایا: آیت اللہ سید محمد باقر الصدرؒ اور آپ کی ہمشیرہ مکرّمہ و مظلومہ بنت الہدیٰؒ وہ بزرگ شخصیات ہیں، جنہوں نے اسلامی اہداف کی راہ میں مجاہدانہ زندگی گزاری ہے۔ وہ علم و اخلاق کے معلم اور علم وادب کی قابل فخر شخصیات تھے۔ البتہ انتہائی بہیمانہ انداز سے شہادت کے عظیم وارفع درجہ پر فائز ہوئے۔

رہبر انقلاب حضرت آیت اللہ خامنہ ای مد ظلہ

ہمارے اسی زمانے میں ہی دیکھیے کہ (اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل) ایک جوان، شجاع، عالمہ، مفکر اور ہنر مند خاتون "بنت الہدیٰؒ" (آیت اللہ سید محمد باقر شہیدؒ کی خواہر) نے پوری تاریخ کو ہلا کر رکھ دیا، وہ مظلوم عراق میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے میں کامیاب ہوئیں اور درجہ شہادت کو حاصل کیا۔

بنت الہدیٰ جیسی خاتون کی عظمت و شجاعت، عظیم مردوں میں سے کسی ایک سے بھی کم نہیں ہے۔ اُن کی فعالیت ایک زنانہ فعالیت تھی اور ان کے برادر کی جدوجہد وفعالیت ایک مردانہ کوشش تھی لیکن دونوں کی جدوجہد وفعالیت دراصل کمال کے حصول اور ان دونوں انسانوں کی ذات اور شخصیت کے جوہر وعظمت کی عکاسی کرتی تھی۔ ہمیں ایسی خواتین کی تربیت وپرورش کرنی چاہیے۔(۷۶/۷/۳۰)

آیت اللہ سید محمود ہاشمی شاہرودی

شہیدہ بنت الہدیٰؒ نے اپنے بھائی سید محمد باقر الصدرؒ کے زیر سایہ تربیت پائی۔ درحقیقت بنت الہدیٰ کی تربیت میں ان کا بنیادی کردار ہے۔ بلاشبہ بنت الہدیٰ کو ایک بے مثال خاتون کہا جا سکتا ہے۔ عصر حاضر کی اسلامی تاریخ بالخصوص عراق وایران میں خواتین سے مربوط مسائل بالخصوص تربیتی مسائل وثقافتی اداروں کی تشکیل میں ان کا کردار بہت اہم ہے۔ عراق میں آج کی اکثر مومنہ، متدین وعالمہ خواتین، شہیدہ بنت الہدیٰ ہی کی تربیت یافتہ ہیں۔

حضرت آیت اللہ رضا استادی

آپ ادبی اور حوزوی علوم جیسے (فقہ میں) بہت عظیم مرتبہ پر فائز ہوئیں، کہ بہت سی خواتین اپنے فقہی مسائل کے لئے آپ سے رجوع کرتی تھیں۔

آیت اللہ سید مرتضیٰ عسکری

سیدہ بنت الہدیٰؒ انتہائی شجاع اور بہادر خاتون تھیں۔ ادبی اعتبار سے بھی باذوق طبیعت کی حامل تھیں۔ وہ انتہائی قادر الکلام اور متاثر کن تھیں۔ بہت سے ادیبوں اور ادب سے شغف رکھنے والے افراد کو انہوں نے اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔

شیخ محمد رضا نعمانی

پیغمبر کی پاک نسل سے تعلق رکھنے والی عظیم شہیدہ، جناب آمنہ بنت الہدیٰ کے بارے میں گفتگو آسان نہیں، کیونکہ آپ ایسی خصوصیات اور اوصاف کی حامل ہیں، جو اپنے زمانے سے بہت آگے ہیں۔ ہماری شناخت

کے معیار کے مطابق آپ ایک استثنائی شخصیت ہیں۔ یہ صرف ان کے ظاہری احترام وعقیدت میں نہیں کہتا، بلکہ میری یہ بات ان کے حقیقی احترام اور گہری شناخت کی بنیاد پر ہے۔ میری شناخت کے مطابق وہ اسلامی فکر اور شعور و آگہی میں یکتا اور گہرے ادر اک کے لحاظ سے یگانہ روز گار تھیں۔ وہ مرجع وقت کے تمام پہلوؤں سے واقف، بعثی حکمرانوں سے مقابلہ کرنے کے طریقہ کار سے آگاہ اور جہاد کے میدان میں سب سے آگے آگے تھیں۔

سید حسین صدر

اگر عراق کا اسلامی انقلاب شہید صدر کی فکر سے متعلق ہے، تو عراق میں خواتین کا انقلاب، ان کی بہن بنت الہدیٰؒ کے کردار سے مربوط ہے؛ کیونکہ آپ عراقی خواتین کی تحریک میں بنیادی کردار کی حیثت رکھتی ہیں۔ عالمہ، مجاہدہ شہیدہ بنت الہدیٰؒ، اسلامی افکار کی علمبر دار، نسلوں کی معلم اور بیداری کی موجد تھیں۔

شہید بنت الہدیٰؒ کی والدہ گرامی

میں نے اپنی اولاد کو خدا کی راہ میں نذر کیا ہے اور ان کے لیے یہی دعا کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اطاعت الٰہی اور دین حق کی خدمت میں زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ (شاید یہی وجہ ہو کہ) میں نے آمنہ کو اپنی ہم عمر بچیوں کے ساتھ ہمیشہ کھیلتے نہیں دیکھا، بلکہ وہ ہمیشہ بزرگوں اور بڑوں کی صحبت میں رہتی تھی۔

شہید صدرؒ کی ہمسر ام جعفر

ان کا لب ولہجہ انتہائی شیرین اور پرکشش تھا۔ خود نیک دل اور منکسر المزاج تھیں۔ ہم نے سالہاسال ایک ہی گھر میں زندگی گزاری، لیکن عدالت کے خلاف کوئی عمل ان سے سرزد ہوتے نہیں دیکھا۔ بچپن میں ہی ان کی رفتار اپنے ہم عمر بچیوں جیسی نہیں تھی۔ اپنی ماں کی دیکھ بھال ان کا شیوہ تھا۔ اپنے بھائی کے ساتھ برادرانہ رشتے کے ساتھ دوستی اور استاد و شاگرد کا تعلق تھا۔ اسی لئے شہیدہ کے ذہن میں دینی، سیاسی اور سماجی موضوعات اور مسائل کے متعلق کوئی بھی چھوٹا بڑا مسئلہ آتا تو فورا اپنے بھائی کے سامنے پیش کرتی تھیں۔

شہیدہ کی سہیلی ام احمد شاہرودی

سیدہ بنت الہدیٰ کی پوری زندگی، دین، درس اور اخلاق سے عبارت تھی۔ وہ ہمیشہ اخلاص کے ساتھ اور کسی قسم کی توقع کے بغیر فقرا کی مدد کرتی تھیں، خواہ وہ مادی لحاظ سے ہو یا روحی لحاظ سے۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی خدمت کے جذبے سے سرشار رہتی تھیں۔ اپنی شاگردوں (طالبات) کے اہل خانہ کی عیادت کو جاتیں، ان کی ضروریات کے بارے میں پوچھتیں اور ان کی دلجوئی کرتی تھیں۔ اسی طرح نجف میں رہائش پذیر مسافر طلبہ کے گھر جاکر ان کی ان دلجوئی کے ساتھ احتیاجات کو پورا کرتی تھیں۔ اپنے اموال سے، یا بھائی اور کسی دوسرے سے قرض لے کر دوسروں کی مدد کرتیں، وہ بھی دوسروں سے مخفیانہ اور چھپا کر۔

ہم اس مجاہدہ خاتون کی زندگی کے چند پہلوؤں سے آشنا ہوئے۔ ہمیں بھی ان کی شخصیت کو تحریف سے بچانے اور اسلام ناب محمدی کو زندہ رکھنے کے لئے اس طرح کی شخصیات کو اپنے لئے نمونہ عمل بنانا چاہیے اور اپنی علمی، ثقافتی سرگرمیوں کے ذریعے معاشرے کو ایک بہترین معاشرے میں بدلنا چاہیے۔ اس کام کے لیے ہمیشہ صرف خدا کی خوشنودی کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو! آمین

اگر کوئی خاندان اپنی بیٹیوں کی صحیح تربیت کرنے میں کامیاب ہو گیا، تو وہ بیٹی ایک عظیم انسان بن سکتی ہے۔ اس بات کا ہم نے اپنے زمانے میں ہی مشاہدہ کیا ہے، ایران میں بھی اور ایران سے باہر بھی، ایک جوان، شجاع، عالمہ، مفکر اور ہنر مند خاتون "بنت الہدیٰ" (آیت اللہ سید محمد باقر شہیدؒ کی خواہر) نے پوری تاریخ کو ہلا کر رکھ دیا، وہ مظلوم عراق میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے میں کامیاب ہو گئیں اور درجہ شہادت پالیا۔ (رہبر انقلاب۔ ۲۲/۱۰/۱۹۹۷)

٢٢/١٠/١٩٩٧
الإمام الخامنئي

شہیدہ بنت الہدیٰ رح کی شخصیت

آمنہ بنت الہدیٰ صدر عراق کی عالمہ، شاعرہ، مؤلف اور علم فقہ اور اخلاق کی معلم خواتین میں سے ایک تھی۔ بنت الہدیٰ ۱۳۵٦ ہجری کو عراق کے شہر کاظمین میں پیدا ہوئیں۔ آپ عراق کے شیعہ مفکر محمد باقر الصدر کی بہن تھی۔ صدام حسین نے دونوں بہن بھائیوں کو شہید کر دیا تھا۔ مسلمان خواتین ان کے کردار سے معاشرتی زندگی کے لیے بہت کچھ سیکھ سکتی ہیں جو موجودہ دور کی ضرورت بھی ہے اور اہم بھی۔

ذیل میں شہیدہ بنت الہدیٰ کی زندگی کے چند پہلو ہیں جو خواتین کے لیے مشعل راہ ہیں۔

ا۔ عورتوں کی تربیت جو دنیاوی لحاظ سے ان کے لیے مناسب ہو۔

شہیدہ کبھی بھی عورتوں اور خاص کر ان عورتوں کو جو نئی مذہبی تعلیمات میں مصروف ہوئی ہوں، مذہبی احکامات میں مصروف نہیں کرتی تھیں بلکہ آہستہ آہستہ ان کو دنیا کے معاملات کو اسلام کی روح سے سمجھنے میں مدد دیتیں۔ وہ اس کام کے لیے عمومی دعوت کا سہارا لیتیں اور جب وہ غیر مخصوص نشستوں میں بھی خواتین سے ملتیں تب بھی وہ مکمل حجاب میں ہوتی تھیں۔

کوثر الکوفی سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ان سے کہا " آپ گھر کے اندر حجاب کیوں پہنتی ہیں اور خاص کر اس قدر موٹی جرابیں۔ انہوں نے جواب دیا میں عورتوں کو سکھانا چاہتی ہوں کہ درست حجاب کا یہی طریقہ ہے۔ کوثر الکوفی کے مطابق ایک مرتبہ ایک بہن نے مجھے بتایا کہ بنت الہدیٰ نے کبھی بھی مجھے کھلے کپڑے پہننے کو نہ کہا حتیٰ کہ تین سال بعد جب انہوں نے دیکھا کہ اب وہ مجھے قائل کر سکتی ہیں تو انہوں نے اسلام میں حجاب سے متعلق احکامات مجھ پر واضح کیے۔

۲۔ خواتین کی توانائیوں کی تعمیر میں دلچسپی

شہیدہ بنت الہدیٰ خواتین کی توانائیوں کو اجاگر کر کے ان میں زندگی کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کا حوصلہ پیدا کرتیں۔ وہ لڑکیوں کو بہترین تعلیم کے حصول کا درس دیتیں اور مختلف شعبوں میں مہارت حاصل کرنے کی نصیحت کرتیں۔ وہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ ہم ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے کام کر رہے ہیں اور اس معاشرے کو ہر طرح کی توانائی کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ہمیں قابل بھروسہ خواتین ڈاکٹرز، خواتین انجینیرز، خواتین اساتذہ اور مذہبی کارکنوں کی ضرورت ہے۔ پس اس طرح انہوں نے اسلام کے لیے خواتین کو زندگی کے سبھی شعبوں میں تیار کرنے میں مدد دی۔

۳۔ اپنے فرائض سے متعلق روحانی شعور کی بیداری

وہ چاہتی تھیں کہ جب ایک سچے مسلمان کی طرح زندگی گزارنے کی بات آئے تو عورتیں اپنی گردنوں میں پڑی ذمہ داریوں سے بخوبی آگاہ ہو جائیں۔ کوثر الکوفی کہتی ہیں، انہوں نے ہم پر ہمیشہ زور دیا کہ ہم اسلام اور مسلمانوں کے لیے کام کرنے کے لیے اپنی زندگی میں اپنے مقاصد کا تعین کریں۔ جب ان کو گرفتار کر لیا گیا تو میں ان سے ان ملنے گئی اور انہوں نے میری سرزنش ان الفاظ میں " تم نے مسجد جانا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ آپ نے شیخ کے لیکچر سننا کیوں بند کر دیا ہے، تم نے اپنا اسلامی کام کیوں روک دیا ہے؟ کیا یہ ہمارا فرض نہیں ہے تو کوثر نے جواب دیا کہ میں نے شرم کے مارے زمین کی طرف دیکھنا شور کر دیا اور اپنی قوت مجتمع کر کے کہا:

"سیدہ کیا آپ کو باہر کے حالات کا علم نہیں ہے، مجھے ڈر ہے کہ مجھے گرفتار کر لیا جائے گا اور مجھے خوف ہے کہ میں بعث سیکورٹی کے ہاتھ لگ جاؤں گی آپ جانتی ہیں وہ عورتوں کی عزت ہرگز نہیں کرتے۔"

شہیدہ بنت الہدیٰ نے اپنے الفاظ جاری رکھتے ہوئے کہا: "یہ غلط عقائد ہیں، اسلام ہماری عظمت ہے۔ اگر ہم اسلام کو محفوظ کریں گے تو ہم اپنی عظمت اور فخر کو محفوظ کریں گے ہم سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی زندگی سے بہترین سبق سیکھ سکتی ہیں۔" اس بات نے کوثر پر بہت اثر کیا اور انہوں بنت الہدیٰ اور ان کے بھائی کی شہادت کے بعد اہم کردار ادا کیا۔

۴۔ دوروں سے مختلف مقاصد کا حصول

وہ اپنی بہنوں کے گھر کا چکر لگاتیں اور یہ جاننے کی کوشش کرتیں کہ اگر انہیں کس چیز کی ضرورت ہوتی، مالی امداد سے لے کر ثقافتی دوروں تک،

اور ان کی صحت سے لے کر دیگر چیزوں کی دیکھ بھال تک وہ ہر چیز کا خیال کرتیں۔ ان کا ایک مقصد ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کو مضبوط بنانا ان کے مقاصد میں سے تھا۔ وہ عورتوں کو اس بات کا یقین دلاتی تھیں وہ ان کی ذات، ان کی پریشانیوں اور ان کی خوشیوں کا حصہ ہیں۔ وہ پسی ہوئی خاندانوں سے اظہار تعزیت کرتیں خاص طور پر شہیدوں کے خاندانوں سے اور جب وہ کسی شہید کے گھر پہلی مرتبہ جاتیں تو یہ کہتیں کہ ہمیں فخر ہے کہ آپ ایک شہید کی بیوہ ہیں اور یہ ہمارے لیے نعمت ہے۔

۵. معاشرے کی بہتری کے لیے افراد کو مضبوط بنانا

ان کا ایک اہم عمل مخصوص نیک خواتین کو چننا اور ان کو خصوصی اہمیت دینا تھا، وہ ان کو خصوصی اسباق دیتیں اور سیمینارز منعقد کرواتیں جو اکثر اوقات ان کے اپنے گھر پر ہی منعقد ہوتے۔ وہ اکثر ان کے گھروں کے دورے کرتیں تاکہ پورے گھر پر اس کا اثر پڑے جس کی وجہ سے معاشرے میں انہیں بہترین لوگ ملے جن کے ذریعے وہ معاشرے کو تبدیل کرنے کا کام کر سکتی تھیں۔ اس طرح انہوں نے قریبا ۴۰۰ ایسی نیک اور فعال طلبہ کو اکٹھا کیا جنہوں نے اپنے اپنے انداز میں معاشرے پر بہترین اثرت مرتب کیا۔ وہ ہر جگہ اپنی بہنوں کو ایمان کا پیغام پہنچاتیں اور اسی وجہ سے انہوں نے شادی نہیں کی کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کے کے لیے وقف کر رکھا تھا حالانکہ کئی عظیم اسکالرز نے انہیں شادی کی پیش کش بھی کی۔

۶. لیکچرز اور تعلیم دینا

شہیدہ بنت الہدیٰ اپنے گھر میں اسلامی سیمینارز انعقاد کرواتیں جو کہ سکولوں، یونیورسٹیوں، مختلف آرگنائزیشن میں کام کرنے والی خواتین الغرض سب کے لیے کھلی دعوت ہوتا تھا جس میں وہ مختلف حقائق اور تصورات سے پردہ اٹھاتیں خاص کر مغربی دنیا کی ملمع کاری پر جو کہ عراق کی عورتوں میں تیزی سے مقبول ہو رہی تھی۔ اس طرح انہوں نے معاشرے میں نظریاتی تبدیلیاں لائیں جو کہ معاشرے میں اصلاحات کی بنیاد بنیں۔ وہ مجالس کا انعقاد بھی کرواتیں جس میں وہ مذہبی لیکچرز پیش کرتیں اور یہ لیکچرز زیادہ تر وہ اپنے بھائی شہید محمد باقر الصدر کے گھر منعقد کرواتیں جہاں پچاس سے زائد خواتین اکٹھی ہوتیں۔ وہ ان خواتین کے سوالات کا جواب دیتیں جو کہ عموما مختلف نظریات، اسلامی عقائد اور اسلامی فقہ سے متعلق ہوتے۔

۷. مسلمان خواتین کی روحوں مین امید اور رجائیت کی امید پیدا کرنا

وہ مومنہ خواتین کی روحوں میں امید اور رجائیت کی امید اور بنیاد رکھتیں اور خاص کر ان میں جن کے گھروں کے کوئی فرد قید میں ہوتے۔ وہ جہاد کی روح کو زندہ کرنے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتیں اور انہیں باہمت اور باصبر رہنے کی تلقین کرتیں۔ اس کے علاوہ وہ اللہ پاک سے قیدیوں کی رہائی اور شہیدوں کی روح کے لیے بھی دعا گو ہوتیں۔

شہیدہ بنت الہدیٰ کی شخصیات عورتوں کے لیے رہنمائی اور ہدایت کا ایک ایسا سرچشمہ تھی جس سے سیراب ہو کر انہوں نے اسلام اور ایمان کو صحیح معنوں میں سمجھا۔ اللہ پاک معصومین (ع) کے صدقے انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین

http://www.taghribnews.com/vdcbs8bs9rhbg5p.kvur.html

"فریبا انیسی" سے کچھ سوالات

"فریبا انیسی" « دختری ازتبارہدایت » نامی کتاب کی مصنفہ ہے جو انہوں شہیدہ آمنہ بنت الہدی کی شخصیت،افکار اور خدمات کے بارے میں لکھی ہے۔یہ کتاب شہیدہ کی زندگی،یادوں اور مسلمان عورت کی اجتماعی وسیاسی کردار پر روشنی ڈالتی ہے اور اسے مرکز امور زنان وخانوادریاست جمہوری ایران نے سال ۱۳۹۱ شمسی کو شائع کیاہے۔شہیدہ کی برسی کی مناسبت سے اس کتاب کی مصنفہ سے کیے گئے کچھ سوالات کااردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

سوال: بنت الہدیٰؒ کی شہادت کو بہت عرصہ گزرنے اوراس بارے میں اطلاعات کی کمی کے باوجود کس طرح آپ ان تمام اطلاعات کو جمع کرنے میں کامیاب ہوئیں؟

فریبا انیسی: شہید صدرؒ اور ان کی بہن کے بارے میں تمام تحریریں، منابع اور کتابیں،گھر کے سامان کے ساتھ بعثی مامورین کے حملہ میں نابود ہوئے اور کچھ عرصے بعد ان کا گھر سڑک بنانے کے بہانے ختم کیا گیا۔اس لیے کاغذات اور اسناد میں سے کچھ بھی نہیں بچا۔

یہی وجہ تھی کہ انتہائی مشکلات کے ساتھ انٹرویوز کے لیے تقریبا دوسال کا عرصہ لگا۔ان کے دوست احباب اور جاننے والوں کوڈھونڈکر اور ان سے شہیدہ کی شخصیت،کردار اور فعالیت کے بارے میں گفتگو کی اس طرح کتاب کی تدوین مکمل ہوئی۔

سوال: بنت الہدیٰ کی وہ کونسی خصوصیات ہے جو ابھی تک آپ پر صحیح منکشف نہ ہوئی ہو؟

فریبا انیسی: درحقیقت بنت الہدی کی حقیقی شخصیت ابھی تک نمایاں طور پر بیان نہیں ہوئی ہے۔وہ ایسی خاتون ہیں کہ ابھی تک معاشرے میں ہمیں ان کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔بعض جامد الفکر علما ان سے شادی کرکے ان کو خاموش کرناچاہتے تھے۔

ایسی خاتون جو داستان اور شعر وناول سے اسلام کی تبلیغ کے لیے اسلحہ کے طور پر استفادہ کرتی تھیں۔حج کے قافلے میں خواتین کے ساتھ ہوتیں اور روح عبادت سے ان کو آشنا کرتیں، اسی طرح سیاسی مسائل میں بھی حصہ لیتی تھیں۔وہ ایک آگاہ معلمہ اور توانا منتظم تھیں۔

منصوبہ بندی اور ثقافتی پروگراموں میں دومختلف شہروں میں موجود دو مدرسوں میں ایک ساتھ شرکت کرتیں۔اگر ان کے منصوبے اور پروگرام جلد واضح ہوتے تو ان کے بہت سے تجربات سے ہمارے تربیتی ادارے، مربی حضرات اور تعلیمی ذمہ داران استفادہ کرسکتے تھے۔لیکن سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ان کی شہادت اور قبر کی طرح، جو اپنی ماں حضرت زہرا کی طرح مبہم ہے،ان کے منصوبے بھی ہم پر صحیح طرح آشکار نہیں ہوئے۔

سوال: دونوں بہن اور بھائی کے درمیان رابطہ کیسا تھا کہ دونوں ایک ساتھ شہید ہوئے؟

فریبا انیسی: شہید باقرصدرؒ کی زوجہ فاطمہ صدر کے مطابق بنت الہدیٰؒ نے چونکہ گھر میں ہی تعلیم حاصل کی تھی اور اپنے بھائیوں کو استاد کے ساتھ یاد کرتی تھی۔اس کے علاوہ بنت الہدی کی گھر میں سب کے ساتھ محبت مثالی تھی۔ آپ ملک سے باہر کسی سے شادی کے لیے حاضر نہ ہوئی جس سے آپ خاندان سے دور ہوجائے۔۔بنت الہدی کا شعر سب سے پہلے اس کے بھائی نے ہی پڑھا۔

خطاب وتقاریر کے ذریعے سیاسی سرگرمی اور لوگوں میں شعور پیدا کیا۔نجف میں آیت اللہ شہید صدرؒ کی گرفتاری کے بعد امیر المومنین کے حرم میں خطاب کے ذریعے ۱۷رجب کے قیام ار شہید صدر کی آزادی کی راہ ہموار کی۔اسی لیے بعثی اہلکاروں نے شہید صدرؒ کے خاندان کو ۱۱مہینہ نظر بند کرنے اور شہید صدرؒ کو گرفتار کرنے کے بعد ان دو اسلام کے فداکاروں کو شہید کردیا۔

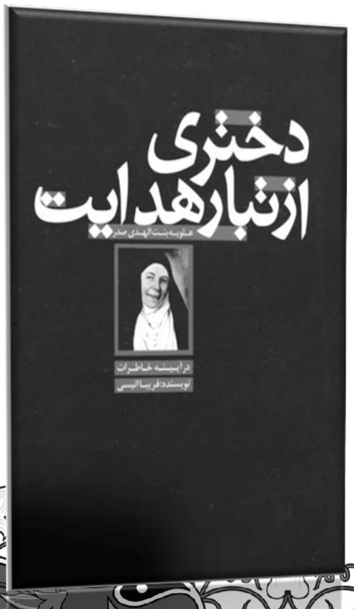

جامعۃ الزہرا کراچی کی مدیرہ خانم طاہرہ فاضلی سے گفتگو

محترمہ طاہرہ فاضلی پاکستان کے شہر کراچی میں مقیم معروف عالمہ، خطیبہ اور معلمہ ہیں۔ آپ نے اپنی حوزوی تعلیم مشہد مقدس کے حوزہ علمیہ مکتب نرجس سے حاصل کی۔ آپ پچھلی دو دہائیوں سے کراچی میں قائم حوزہ علمیہ جامعۃ الزہراءؑ میں طالبات کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ان کی اخلاقی اور فکری تربیت کی اہم ذمے داری بھی بخوبی انجام دے رہی ہیں۔ ہم نے شہیدہ بنت الہدی کی شخصیت، کردار اور خدمات کے سلسلے میں ان کو اظہار خیال کرنے کی زحمت دی اور انہوں نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر ہمیں شہیدہ کے بارے میں اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کیا، جس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ (ادارہ)

سوال: شہیدہ آمنہ بنت الہدی کا مختصر تعارف پیش کر دیجیے؟

خانم طاہرہ فاضلی: شہیدہ آمنہ بنت الہدی کا تعارف اگر ہم کرنا چاہیں تو شاید کم ہی ایسے خاندان ہوں گے جو ان کے گھرانے جیسے باعظمت علمی گھرانے سے منسلک ہوں۔ کہ ان کا خاندانی پس منظر اگر دیکھیں تو یہ امام موسی کاظم علیہ السلام کی ذریت ہیں۔ امام موسی ابن جعفر کے بعد سے لے کر سید باقر الصدرؒ تک ان کے گھرانے میں تمام ہی مجتہدین ہیں۔ اس خاندان کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ اپنے نھیال اور ددھیال دونوں ہی طرف سے علماء و مجتہدین کا خاندان ہے۔ آمنہ بنت الہدی کا نھیال خاندان آل یاسین ہے، جو کاظمین کے بہت بڑے علمی گھرانوں میں شمار ہوتا ہے اور ددھیال کی طرف سے آل صدر، جو کہ عراق کے عظیم علمی گھرانے میں سے ہے۔

آپ کی والدہ مکرمہ جناب عبد الحسین آل یاسین کی دختر گرامی اور آیت اللہ محمد رضا آل یاسین کی بہن ہیں۔ اور آپ کے والد گرامی سید حیدر صدر ہیں خود مجتہدین عراق میں سے ہیں۔ آپ کے دادا بھی مجتھد زمان تھے۔ اور آپ کے دونوں بھائی باقر الصدر اور اسماعیل صدر بھی مشہور مجتہدین میں سے ہیں۔

جناب آمنہ بنت الہدی خود بھی ایک مجتھدہ اور فقہ میں درجہ اجتہاد پر فائز تھیں۔ آپ نے علوم اسلامی کو جن اساتذہ سے حاصل کیا ان میں یہ تین علماء کے نام مشہور ہیں ایک شیخ ظہیر الحسون، سید اسماعیل صدر اور سید باقر الصدرؒ۔

سوال: آمنہ بنت الہدی کی شخصیت کو متعارف کرنے کی ضرورت اور اب تک ہمارے معاشرے کی اس عظیم خاتون کے بارے میں ناآشنائی کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

خانم طاہرہ فاضلی: ہمارے معاشرے کی خواتین کا ایک سنجیدہ مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس قدر جزئیاتِ زندگی میں اسیر ہیں کہ بالاتر افق پر معاشرتی موضوعات پر سوچنے والوں کی تعداد انتہائی کم ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ معاشرے میں مطالعے کا رجحان، شخصیت شناسی، معلومات عامہ کلی طور پر عنقا ہے۔ نہ صرف آمنہ بنت الہدیؒ کے حوالے سے؛ بلکہ مجموعی طور پر بھی۔۔۔ اور اس کی ایک بڑی واضح وجہ یہی ہے کہ مطالعے کے رجحان کا نہ ہونا، دینی مسائل میں زیادہ دلچسپی نہ لینا، اور اگر کچھ دلچسپی ہے بھی تو وہ صرف عزاداری کی حد تک۔ خود سے مطالعہ کرنا، تحقیق کرنا۔۔ یعنی کتب بینی نظر نہیں آتی معاشرے میں۔۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری بہت سی اہم شخصیات جو ہمارے معاشرے کے مسائل کا نسخہ علاج ہیں، ہم ان سے محروم ہیں اور نتیجتاً نہ صرف آمنہ بنت الہدی؛ بلکہ اور بھی ایسی کئی عظیم شخصیات ہیں جنہیں جاننے یا نہ جاننے سے ہمارے معاشرے کے مرد و زن کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتے۔۔ یہاں ایک اہم وجہ شعور کا فقدان بھی ہے۔

الحمدللہ انقلاب ایران کے بعد سے کافی حد تک فضا میں تبدیلی آئی ہے لیکن اب بھی یہ تبدیلی ناکافی ہے۔ کیونکہ ان شخصیات کو صرف تعارف کی حد تک جان لینے سے ہمارے مسائل حل نہیں ہونگے۔ بلکہ ہمیں یہ بھی جاننا ہوگا کہ انہوں نے اپنے معاشرے کو کیسے پہچانا ان کے درد کی کیسے دوا

کی ؟ کیسے علاج دریافت کیا اور کیا نسخہ آزمایا ا؟ گر اس فارمولے پر ہم آجائیں تب ہی ہم اپنے معاشرے کو بہتر بناسکتے ہیں۔

سوال:اس وقت کے ماحول میں آمنہ بنت الہدیٰؒ کے کردار اور خدمات کی اہمیت کیا تھی اور عراقی معاشرے پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

خانم طاہرہ فاضلی: آمنہ بنت الہدی ایک معاشرہ شناس خاتون تھیں۔ معاشرہ شناسی سے مراد یہ ہے کہ ایک تو اپنے معاشرے کی ضرورتوں کا ادراک اورانہیں پہچاننا؛ دوسرا ان ضرورتوں کے مطابق کام کا انتخاب کرنا اوروہ کام اپنی توانائی کے مطابق بھی ہو۔ آمنہ بنت الہدی نے اپنے معاشرے کامشاہدہ کرکے وہ بہترین اقدامات انجام دیے جس کے نتیجے میں عراقی معاشرے میں بہترین اثرات نمایاں ہوئے۔ جیسے آپ نے اس دور کی ایک اہم ضرورت کا ادراک کرتے ہوئے دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم کے حصول کے لیے جو کوششیں کی، الزہراء نام سے عراق کے مختلف شہروں میں ایسے اسکولز قائم کیے جہاں دنیوی تعلیم دینی نگاہ کے ساتھ دی جاتی اور حوزوی تعلیم بھی نصاب کا حصہ تھی۔ اس کے علاوہ آپ کی ادبی خدمات جو درحقیقت دینی خدمات ہی ہیں جن میں آپکی تحریر کردہ کہانیاں اور نظمیں شامل ہیں جن کے ذریعے آپ نے صدام کی پابندیوں میں رہتے ہوئے معاشرے کی اخلاقی اور فکری تربیت سرانجام دی۔ اس کے علاوہ آپ حج کے کاروان میں بھی شامل ہوکر فقہی مسائل کے ساتھ سیاسی مسائل پر بھی روشنی ڈالتیں۔ آپ کی ان تمام خدمات کے اثرات عراقی معاشرے میں نہایت عمیق اور دیرپا ثابت ہوئے۔ صدام کا انہیں شہید کرنے کا اقدام ہی بتا رہا ہے کہ بنت الہدی کی تاثیرات تھیں عراقی معاشرے میں۔ بنت الہدی کے قائم کیے گئے تعلیمی اداروں سے اور پھر آپ کی کہانیوں سے ایک عمیق ثقافتی تحول عراقی معاشرے میں اثر پذیر ہوا۔ ان تحولات کو دیکھتے ہوئے جب صدام نے انہیں روکنا چاہاتو ناکام رہاوہ انہیں ایک جگہ سے روکتاوہ دوسرے میدان میں محاذ تیار کرلیتیں۔ صدام نے انہیں روکنے کے لیے اسکولز حکومتی قبضے میں لے لیے تو بنت الہدی نے ثقافتی و ادبی میدان کو اپنا محاذ بنالیا اور کہانیاں لکھیں۔ یہ بنت الہدی کی کامیابی اور صدام کی ناتوانی اور شکست کی علامت ہے کہ وہ انہیں شہید کرنے پر مجبور ہوگیا۔

> شہیدہ بنت الہدی اور ان جیسی دیگر عظیم شخصیات کو بطور آئیڈیل پیش کرنے سے قبل ان کی روش کی ترویج کرنی ہوگی۔ جس کے لیے ضروری ہے کہ آمنہ بنت الہدی کو پہلے معاشرے کے فہیم افراد سمجھ لیں

سوال: بنت الہدی اور دیگر اسلامی خواتین کو آئیڈیل کے طور پر پیش کرنے کے لیے کن اقدامات کو انجام دینا ہوگا؟

خانم طاہرہ فاضلی: شہیدہ بنت الہدی اور ان جیسی دیگر عظیم شخصیات کوبطور آئیڈیل پیش کرنے سے قبل ان کی روش کی ترویج کرنی ہوگی۔ جس کے لیے ضروری ہے کہ آمنہ بنت الہدی کو پہلے معاشرے کے فہیم افراد سمجھ لیں پھر اپنے معاشرے کی کمی بیشی کو دیکھیں معاشرے کے مسائل کا ادراک کریں معاشرے کی ظرفیت کو دیکھیں کہ ہمارے پاس کتنی توانائیاں ہیں جنہیں بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ یہاں ایک بہترین کام ان تمام توانائیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ہے جس کے بعد اگلا مرحلہ ہے ان شخصیات کو معاشرے کے سامنے لانا۔۔ کیونکہ بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ اول اول صرف شخصیات کا تعارف دے دینے سے عوام یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ایک محترمہ ایک علمی گھرانے کی مومنہ خاتون تھیں جنہیں کچھ لوگ جو مذہبی ہونگے وہ پسند کرینگے باقی توجہ بھی نہیں دینگے۔۔ لیکن اگر یہ کرنے کی بجائے ان کی عملی روش کو اپنا لیا جائے اور معاشرے کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیں۔۔ معاشرے کی نبض اپنے ہاتھ میں لے لیں اور ان کی شخصیت سے عملی فارمولا اخذ کریں تب ہی ہم انہیں اپنے معاشرے میں مکمل اور بجاطور پر روشناس کرواسکتے ہیں۔ چونکہ مسلمان معاشرے میں حالات ہر خطے میں تقریبا ایک جیسے ہی ہیں ایک جیسے ہی مسائل ہیں مشکلات بھی مشابہ ہیں تو وہی مشابہ روش یہاں بھی کارآمد ہوگی ان شاءاللہ۔

سوال: آمنہ بنت الہدی کے کچھ نمایاں اوصاف اور خصوصیات جو ہمارے لیے نمونہ عمل ہو بیان کریں؟۔

خانم طاہرہ فاضلی: آمنہ بنت الہدی کی اگر عملی روش کو دیکھیں تو ان میں سے ایک زمانہ شناسی ہے یہاں ہم ان کی عملی زندگی کو نمونہ عمل بناتے ہوئے جو ایک کام کرسکتے ہیں وہ ہے اپنے روایتی کلاسیکی انداز سے ہٹ کر نئے تجربات کرنا جو زمانے کی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق ہو۔ چار دیواری سے نکل کر کچھ ایسا کریں کہ عمل کو وسعت حاصل ہو۔ جیسے بنت

الہدی نے کیا۔ آپ نے دینی مجلوں میں جہاں علمی مضامین شائع ہوتے تھے، کہانیاں لکھیں۔۔ یہ ایک نئی روش تھی ایک بہترین ہنر مندی تھی جس کے ذریعے آپ نے دینی مفاہیم کو لوگوں کے اذہان مین منتقل کیا۔ کہانی نویسی کی صنف کا مثبت استعمال کرتے ہوئے آپ نے دین پر ہونے والے اعتراضات، عقیدتی اشکالات اور رسم ورواج جیسے موضوعات کو اپنی کہانیوں کے اندر سمو دیا اور ادب کے ذریعے تربیتی روش اختیار کی۔ جبکہ آپ کا تعلق ایک دینی مجتہدین عظام کے گھرانے سے ہے ایسی خاتون سے لوگ صرف یہی توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ صرف دینی مسائل پر ہی مضامین لکھ سکتی ہیں۔۔ دائرہ بہت محدود کر دیتے ہیں۔ لیکن یہاں آمنہ بنت الہدی نے اپنے دائرے کو وسعت دی اور ادبی وثقافتی میدان میں آکر محاذ تیار کیا۔ اپنی علمی توانائی کو انہوں نے اپنی تخلیقی صلاحیت کے سپرد کر دیا اور کہانی نویسی و نظم گوئی کے انداز میں ایسا بہترین ثقافتی عمل انجام دیا کہ صرف عراق ہی نہیں کل عرب دنیا میں عربی زبان و ادب میں آمنہ صدرؒ کی کہانیوں نے شہرت پائی۔ اپنا ایک اعلی ادبی مقام بنایا جو اس سے پہلے کسی کا نہیں تھا۔۔ کسی نے اس انداز میں کہانیاں نہیں لکھی تھیں جو روش آمنہ صدر نے اپنائی۔ یہ روایتی اور کلاسیکی انداز سے ہٹ کر ایک بہترین کام تھا جو آمنہ بنت الہدی نے انجام دیا۔ اس زمانے میں چونکہ کہانیاں ہی انٹرٹیمنٹ کا بہترین ذریعہ تھیں تو وہ بھی اسی میڈیم کو اپناتے ہوئے اپنے ہدف کو لے کر آگے بڑھیں اور ادبی دنیا میں ایک انقلاب لے آئیں۔

اب اگر ہم اسی روش کو دیکھیں تو آج ہمارے زمانے میں لوگوں کا پسندیدہ میڈیم ڈرامہ یا فلم اور سوشل میڈیا ہے۔ مگر ہمارے معاشرے میں جب ہم اس میڈیم کی بات کرتے ہیں تو ایک منفی تصویر سامنے آتی ہے کیونکہ یہ سانچہ اب تک بری چیزوں کے لیے ہی استعمال ہوا ہے جبکہ از خود سانچہ خراب نہیں ہے اس میں ڈھالا جانے والا مواد خراب ہے۔ اب یہاں ہم آمنہ بنت الہدی کی روش کو اپناتے ہوئے یہ کر سکتے ہیں کہ سانچہ اپنے ہاتھ میں لے لیں اور اسکا مواد تبدیل کر دیں جیسے انہوں ادبی میدان میں کہانیوں اور شاعری کے ساتھ کیا۔۔ اب چاہے اسٹیج ڈرامہ ہو یا بچوں کی انیمیشن کارٹون فلمیں ہو یا ٹی وی سیریز یہ تمام سانچے استعمال کریں اس میں اپنا مواد پیش کریں اور پھر نتیجہ دیکھیں تو بالاترین تحول کم ترین مدت میں۔ یہ ایک بہترین نسخہ ہے فوری نتیجہ اخذ کرنے کے لیے۔

آمنہ بنت الہدی نے اپنی ہنر مندی سے عرب دنیا میں جس تیزی سے کام کیا شاید حوزہ علمیہ یہ کام کئی سالوں میں بھی نہ کر سکتا کیونکہ حوزہ علمیہ ایک محدودیت رکھتا ہے صرف مذہبی گھرانوں ہی سے وابستہ ہے اور یہ انہی مذہبی گھرانوں پر کام کر سکتا ہے مگر کہانیوں کے ذریعے ایک ادبی اور ثقافتی انداز میں جو کام آمنہ بنت الہدی نے کیا وہ ایک بہترین اور جامع کام تھا کہ آپ ان کہانیوں کے ذریعے لوگوں کے گھروں میں داخل ہو گئیں۔ چاہے وہ مذہبی فکر نہ بھی رکھتے ہو مگر ان کے کہانی پڑھنے کے ذوق سے خود بخود ان میں ایک تحول در آیا۔

سوال: بنت الہدی کی سیرت سے ہم درس لیتے ہوئے دور حاضر میں کیا عملی روش اختیار کر سکتے ہیں؟

خانم طاہرہ فاضلی: سب سے پہلے ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں کہ ہمارے معاشرے کے کیا تقاضے ہیں؟ کیا ضروریات ہیں؟ اور ہم اس کے لیے کتنی توانائی صرف کر سکتے ہیں؟ کونسی روش اپنا سکتے ہیں؟

جو ہمارے کلاسیکی یا روایتی انداز ہیں انہیں گرچہ بالکل ترک نہ کریں مگر نئی روش کی طرف ضرور توجہ دیں۔ نوجوان نسل کے رجحانات کو سمجھیں اور ان پر کام کریں۔ جیسے آج کل سوشل میڈیا کا رجحان عروج پر ہے ہم اپنے بچوں کو اس سے دور نہیں کر سکتے لیکن اگر ہم چاہیں تو اس سوشل میڈیا کی آزادی کو استعمال کرتے ہوئے اس پر اپنا کام کر سکتے ہیں اس سوشل میڈیا پر رہتے ہوئے ایسا مواد تیار کیا جائے جس میں کشش بھی ہو اور نوجوان نسل کی اصلاح ورہنمائی اور تربیت بھی ہو جائے۔ اگر آج آمنہ بنت الہدیٰؒ زندہ ہوتیں تو وہ یقینا سوشل میڈیا ہی پر بھرپور انداز میں کام کرتیں اور اپنی دور اندیشی وہنر مندی کے جوہر اسی میڈیم میں دکھا کر ایک بہترین کام پیش کرتیں۔ ہمیں ان کی شخصیت سے اس سرے کو پکڑنا چاہیے۔

شہیدہ بنت الہدیٰؒ اور شہید صدرؒ کے بعض مماثل اوصاف

صدیقہ بتول، کارشناسی، مدرسہ عالی خواہران مشہد

مقدمہ

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین نے ہمیشہ مردوں کے شانہ بشانہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ بہت سی ایسی مثالیں ہیں کہ مرد، میدان سے فرار کر جاتے ہیں تو بعض خواتین آگے بڑھتی ہیں۔

اسلامی تاریخ میں ایسی خواتین جابجا نظر آتی ہیں جنہوں نے دین کی حفاظت میں اپنے بھائیوں اور بیٹوں کا ساتھ دیا اور ان کے مشن کو جاری رکھا، اپنے وقت کے امام کا دفاع کیا اور حق کی آواز کو بلند کیا۔ جیسے جناب خدیجہ نے پیغمبر اکرمؐ کا ساتھ اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے وقت کے امام کے دفاع میں صدائے احتجاج بلند کی اور بوقتِ ضرورت مسجد میں جاکر خطبہ بھی دیا۔ اسی طرح جناب زینب سلام اللہ علیہا نے بھی اپنے وقت کے امام کی حفاظت کی، ان کے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور اپنے خطبات کے ذریعے ان کے اصلی چہرے کو بے نقاب کیا، یہاں تک آج، دین اسلام اور پیغام کربلا جناب زینب سلام اللہ علیہا کے خطبات کے مرہون منت دکھائی دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اسلامی تاریخ ایسی جانثار خواتین سے بھری ہوئی ہے، جنہوں نے اپنی شجاعت و بہادری کی مثالیں قائم کیں اور دین کی خاطر بہت سی قربانیاں دیں۔ ان میں سے ایک جلیل القدر خاتون، شہیدہ آمنہ بنت الہدیٰ ہیں جنہوں نے دین اسلام کا دفاع کیا اور ہر مشکل موقع پر اپنے عظیم بھائی آیت اللہ سید محمد باقر الصدرؒ کا ساتھ دیا۔ وہ اپنے بھائی کی ہم فکر تھیں، اسی لیے انھوں نے اپنی تحریک میں، خواہ وہ تربیتی، ثقافتی، سیاسی سماجی تصنیف و تالیف میں اپنے بھائی کے ساتھ مل کر ایسا کردار ادا کیا کہ مسلمان خواتین کے لیے آئیڈیل اور نمونہ بن گئیں۔ دشمنوں نے ان کو ڈرانا چاہا۔ مگر جس نے حسینی درس گاہ سے سبق لیا ہو تو وہ عورت کوئی معمولی عورت نہیں بلکہ ایک شجاع اور بہادر خاتون ہوتی ہے جس کے ہر لفظ سے حق اور سچائی اجاگر ہوتی ہے۔

ہم اپنی اس مختصر تحریر میں شہیدہ بنت الہدی اور شہید باقر الصدر کی فکری اور عملی مماثلتوں کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ کہ شہیدہ بنت الہدی اپنے فکر و عمل میں شہید صدرؒ کی پیروکار تھیں اور ان کو پیشوا اور مرجع مانتی تھیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے شہید صدرؒ سے ہی تعلیم و تربیت پائی اس لیے ان کی شاگرد بھی تھیں۔

اس مضمون میں دونوں کی زندگی اور مقاصد میں پائی جانے والی مماثلتوں کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

ا۔ علمی مماثلت

شہید صدر ایک نابغہ اور وسیع ذہنیت کی مالک شخصیت تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت ابتدائی طور پر اپنے خاندان ہی میں ہوئی اور اس کے خاندان کے بزرگوں نے اپنے اس نور نظر کو پروان چڑھایا۔

شہید صدرؒ جب چار سال کے ہوئے تو باپ کا سایہ اٹھ گیا اور آپ کی یتیمی کا دور آ گیا۔ باپ کے انتقال کے بعد آپ کی تربیت والدہ اور آپ کے بڑے بھائی سید اسماعیل کے زیر سایہ ہوئی۔

بچپن سے ہی آپ کی استعداد اور صلاحیت سب پر عیاں تھی۔ پانچ سال کی عمر میں مدرسہ جانا شروع کیا اور اپنے ہم عمر اور کلاسیوں کے ساتھ کلاس میں بیٹھتے اور علم حاصل کرتے تھے مگر آپ کی ذہنی صلاحیت کی وجہ سے ہزاروں طلبہ کے درمیان میں ایک امتیازی مقام حاصل تھا آپ دس سال کی عمر میں لیکچر دیتے تھے اور اعلی مضامین اور علمی مباحث کو درجہ اجتہاد تک پہنچنے سے پہلے کسی استاد کے بغیر صرف مطالعہ سے سمجھ لیتے اور گہرائیوں تک پہنچ جاتے۔ آپ نے گیارہ سال کی عمر میں منطق کا گہرا مطالعہ کر کے ایک کتاب تصنیف کی جس میں منطق دانوں پر ایسے اعتراضات کئے کہ جن کا جواب کوئی نہیں دے سکا۔

شہیدہ بنت الہدیٰ اپنے بھائی کی طرح ایک نابغہ اور وسیع ذہنیت کی مالک خاتون تھیں۔ آپ نے لکھنا پڑھنا گھر میں اپنی ماں سے سیکھا ان کی ماں

تعلیم کے معاملے میں ہمیشہ ان کی تعریف کیا کرتی تھیں۔ کہتی تھیں کہ جو بھی سکھاتی یا پڑھاتی ہوں، وہ اسے نہیں بھولتی، ہمیشہ یاد رکھتی ہے۔ انہوں نے اپنی باقی اعلی تعلیم جیسے ادبیات اصول فقہ حدیث اخلاق تفسیر وغیرہ اپنے بھائی سید اسماعیل اور سید محمد باقر الصدر سے حاصل کیے۔ یہاں تک کی درجے اجتہاد تک پہنچ گئی آپ ایک ایسی مجتہدہ تھیں جو کسی مدرسہ یا یونیورسٹی میں پڑھنے نہیں گئی تھی۔

شہید بنت الہدیٰ کے پاس بہترین ذہانت تھی اور وہ تمام سائنسی علوم میں اتر چکی تھیں اور ان کو قطعی فہم حاصل تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ شہید صدر خود اپنی بہن کی ذہانت پر حیران تھے تو اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہوگی۔ وہ کتاب مکاسب کے کچھ حصوں کو حل کرنے کے لئے اپنے بھائی کے پاس جاتی تھیں۔ کتابِ مکاسب ایک فقہی کتاب ہے کہ جس کو مرحوم شیخ انصاری نے لکھا ہے۔ دینی طلاب اس کتاب کو درس خارج سے پہلے پڑھتے ہیں۔ بعض علماء کے بقول اگر کوئی طالب علم مکاسب کی کتاب کو صحیح اور مکمل طور پر سمجھتا ہے تو وہ اجازہ اجتہاد کا مستحق ہے۔ اس بات سے اس کتاب کی اہمیت اور اس کے گہرے اور پیچیدہ مطالب کا بھی پتہ چلتا ہے اور شہیدہ بنت الہدای کی ذہانت و فطانت کا بھی۔ بنت الہدی نے اپنے علم اور قلم کی طاقت سے سے عراق کی خواتین میں ایک حرکت ایجاد کی اور خواتین میں اس علمی پرچم کو سربلند کیا۔ بغداد اور کاظمین کے مدارس کی طالبات کی تربیت میں ان کا خاص کردار تھا۔

۲۔ اخلاقی مماثلت

شہید صدرؒ ایک خاص ذہنیت بلکہ ایک بااخلاق، پرہیز گار اور کرامت نفس کے مالک تھے یہاں تک کہ اپنے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے بعثی فوجیوں کے ساتھ بھی اچھے رویے سے پیش آتے تھے۔ شیخ محمد رضا نعمانی نقل کرتے ہیں کہ ابھی چند ہی ماہ گزرے ہوں گے ایک دن دوپہر کے وقت میں شہید صدرؒ کی لائبریری میں سویا ہوا تھا اچانک انہوں نے آواز دی۔ جب میں باہر گیا تو تو شہید صدرؒ کھڑے باہر دیکھ رہے تھے اور آہستہ آہستہ یہ ذکر پڑھ رہے تھے: لاحول ولا قوۃ الا باللہ علی العظیم۔ میں نے حیرت سے پوچھا آپ کیا کر کیا کہہ رہے ہیں آیت اللہ نے فرمایا: آگے ان سپاہیوں کو دیکھو جنہوں نے ہمارے گھر کا محاصرہ کیا ہوا ہے یہ بیچارے کس طرح گرمی کے عالم میں نیچے کھڑے ہیں۔ لگتا ہے سب پیاسے ہیں۔ میرا دل ان کے لیے جل رہا ہے کاش ہم ان بیچاروں کو پینے کے لئے ٹھنڈا پانی دے دیتے۔ شیخ نعمانی نے کہا: استاد یہ لوگ مجرم اور خطا کار ہیں تو شہید صدر نے کہا: یہ لوگ صحیح تربیت نہ ہونے کی وجہ سے یہاں پر ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ملازم سے کہہ کر ان سپاہیوں کو پانی پلایا۔ آپ کا اخلاق اور مہربانی دیکھ کر بعثی بہت سے سپاہی آپ کے گرویدہ ہوگئے۔

شہیدہ بنت الہدیٰؒ کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک ان کا اخلاق تھا اس خصوصیت نے انہیں ایک چمکتا ہوا سورج بنا دیا تھا۔ اس خصوصیت نے اس کے بلند اہداف کے لئے دلوں کے دروازے کھول دیے اور لوگوں کے دلوں پر ایک واضح اثر چھوڑا۔ آپ نے اپنے اچھے اخلاق اور تواضع و انکساری سے خود کو مکمل کر لیا تھا۔ وہ لوگوں کو بھی کمال کی طرف دعوت دیتی تھی۔ آپ امیر، غریب، قریبوں اور غیروں میں کوئی فرق نہیں کرتی تھی اور ہر کسی کو ایک نظر سے دیکھتی تھی آپ اس فکر کے قائل تھے کہ اسلام "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" پر استوار ہے۔

خانم ام نورالہدی، شہیدہ بنت الہدی کے اخلاق کے بارے میں لکھتی ہیں: کہ ایک خواہر نے ایک بار شہیدہ بنت الہدی سے ملاقات کی۔ وہ ان کے متعلق ایک واقعہ یوں بیان کرتی ہے جو شہیدہ بنت الہدیٰ کی درخشاں شخصیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں نے اپنی ابتدائی ملاقات میں ہی بنت الہدی سے کہا کہ آپ علویہ ہیں اور اپنی ماں کی طرف سے ہمارے اقرباء میں سے ہیں۔ بنت الہدی نے ہنستے ہوئے میری بات کا اس طرح جواب دیا کہ تمام مسلمان ہمارے اقرباء میں سے ہیں۔ اس ملاقات میں بعض دیگر خواہران بھی میرے ساتھ تھیں، انہوں نے ہم سب کو ایک ہی نگاہ سے دیکھا، تاکہ کوئی بھی دوسرے کی نسبت نزدیکی کا احساس نہ کرے۔ آپ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ اخلاق سے وانکساری سے پیش آتی تھیں اور سب کا احترام کرتی تھیں۔ ایک خواہر نقل کرتی ہے کہ میں ایک دفعہ اتفاق سے اپنے گھر والوں کے ساتھ بنت الہدیٰ سے ملاقات کے لیے گئی، جب ہم ان کے گھر سے باہر آئے تو میں اپنے جوتے کا تسمہ باندھ رہی تھی جس کی وجہ سے میں دوسروں سے پیچھے رہ گئی اور وہ میرے ساتھ کھڑی رہی تب میں ۱۸ سال کی تھی اور اس وقت تک گھر کے اندر نہیں گئی جب تک میں گھر سے خارج نہ ہوئی اور مجھے خدا حافظ کیا۔ وہ ایک مجتہدہ تھی پھر بھی وہ کبھی غرور و تکبر نہیں کرتی تھی۔ سب کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آتی تھیں آپ کی انہی خصوصیات نے آپ کو خدا اور بندگان خدا کے نزدیک محترم اور محبوب بنا دیا۔

۳۔ تصنیفی مماثلت

شہید باقر الصدر نے کم عمری ہی میں علمی و فکری جہاد میں حصہ لینا شروع کیا۔ اور اسلام کے فکری نظام اور تاریخ کے مختلف پیچیدہ موضوعات پر آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے نہایت عالمانہ مقالے اس وقت پیش کرنا شروع کر دیئے تھے جبکہ ابھی آپ جوانی میں بھی داخل نہ ہوئے تھے۔ عمر مبارک ۴۷ برس سے زیادہ نہ تھی اور اس مختصر سی عمر میں مختصر سی عمر میں تالیف، تصنیف اور تحقیق جیسے تمام فرائض انجام دیے۔ آیۃ اللہ صدر نے سب سے پہلے علم اصول فقہ کی کتاب پیش کرنے کا شرف حاصل کیا اور تقریباً ۲۰-۲۱ سال کی عمر میں ایک ایسی کتاب پیش کر دی جس سے دیکھ کر اس دور کے بزرگ علماء آپ کی صلاحیت کے قائل ہوگئے۔ علم اصول کے بعد آپ نے دیگر جدید علوم کی طرف توجہ دی اور ۲۵-۲۶ سال کی عمر میں ,,فلسفتنا،، نام کی مفصل کتاب فلسفہ جدید میں پیش کیا پیش کر دی۔ جس میں اشتراکیت اور مادیت تاریخ کے تار پود بکھیر دیئے اور فلسفہ اسلام کی حقانیت کو روز روشن کی طرح واضح کیا۔ علماء اسلام نے آپ کو چودہ صدیوں میں چوتھا مسلمان فلسفی قرار دیا۔ فلسفہ کے بعد اقتصادیات میدان میں قدم رکھا اور ہمارے اقتصادیات ,,اقتصادنا،، کے نام سے دو جلدوں میں مفصل کتاب تصنیف کر دی جس کی پہلی جلد میں اقتصادی نظریات کی تنقید کی اور دوسری جلد میں اسلامی اقتصادیات کا خاکہ پیش کیا۔ اس نے کتاب نے عالم اقتصادیات میں ہلچل مچادی اور ان لوگوں کی آنکھیں کھول دیں جو بلا سود بینک کے تصور ہی کو ناممکن تصور کرتے ہیں۔

معاشیات کے بعد آپ نے علم منطق کی طرف توجہ دی اور کلاسیکل کا ایک باب ,,استقراء،، جو ارسطو کے زمانے سے تشنہ تحقیق چلا آیا تھا اس کے جملے مسائل کے از سر نو تدوین کی اور ایسے ایسے حقائق کی طرف توجہ دلائی جن کیطرف صدیوں سے کوئی ذہین متوجہ نہیں تھا یا ان کی تفصیلات مرتب کرنے سے قاصر تھا اس کے علاوہ آپ نے بہت کتابیں لکھی ہے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ غایتہ الفکر، ۲۔ الانسان معاصر، ۳۔ حکومت اسلامی و المشکلتہ الاجتماعیۃ، ۴۔ الصلوۃ، ۵۔ الصیام وغیرہ۔

شہیدہ بنت الہدیٰ صدر عراق کی عالمہ، شاعر اور مؤلف خواتین میں سے ایک تھی۔ وہ ,,مجلۃ الاضواء،، میں عراقی اور عرب لڑکیوں کے لئے مضامین تحریر کیا کرتی تھی۔ اس مجلہ میں ان کی تحریر کا موضوع مسلمان خواتین کے لیے دینی امور کی پابندی اور مغربی آئیڈیل اور نعروں سے دوری ہوا کرتا تھا۔ لکھنا ان کا اوزار تھا اسی لیے انہوں نے اپنے مخاطبین کے دائرے کو مزید بڑھانے کے لیے تحریر کو ترجیح دی۔

وہ پہلی مسلم عورت تھی جس نے مسلمان لڑکیوں کے لئے ناول اور کہانیاں لکھیں۔ اپنی کہانیوں کے ذریعے بنت الہدیٰ اپنے طرز فکر کا تعارف کراتی ہیں جو اسلامی افکار پر مشتمل ہے۔ اور ایک شخص کو اصلاح اور تربیت کا راستہ دکھاتی ہے۔ اور عربی و اسلامی ممالک کے بہت سے خواتین انکی کتابوں کے مطالعے کے ذریعے اسلامی افکار تک رسائی حاصل کر سکتی تھیں۔ گھریلو مسائل، کار و شغل اسلامی، جاب کرنے والی خواتین کی دشواریاں، مذاق اڑانا، خواتین کی حیثیت کو زیر سوال لانا، خوبصورتی، میک اپ اور آرائش، جاب وغیرہ ان کی تحریروں افسانوں کے مرکز ہے انہوں نے اسی مقصد کے تحت شعر بھی کہے ان کے زیادہ تر اشعار دینی و مذہبی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔ ان کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

الفضیلہ تنتصر۔ لیتنی کنت اعلم۔ امراتان و رجل۔ صراع مع واقع الحیاۃ۔ لقاء فی المستشفی۔ الخالہ الرضائعہ۔

۴۔ تربیتی مماثلت

شہید باقر الصدر نے درس و تدریس کے ذریعے اپنی بابرکت عمر میں بہت کم مدت میں جوان، پرہیزگار، مجاہد اور بابصیرت شاگردوں کی تربیت کی جن میں سے ہر ایک اسلامی ثقافت، علم، جہاد کے میدان کے علمبردار بنے اور اپنے استاد کے بعد ان کی علمی، فکری، اجتماعی اور سیاسی راہ پر گامزن ہوئے، یہ افراد مختلف اسلامی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک آج بھی عالم اسلام کی ممتاز فکری اصلاحی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ بعض اہم شاگرد سید محمد باقر حکیم, سید محمود ہاشمی شاہرودی, سید عبدالغنی اردبیلی، سید محمد باقر مہری، سید محمد علی، رضا نعمانی وغیرہ ہیں۔

شہید بنت الہدیٰ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت سے کارنامے انجام دیے جب ہم ان کے ان کارناموں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس بات کا راز معلوم ہوتا ہے کہ عراق کے ظالم اور جاہل اقتدار نے اس معظمہ کو اس کے بھائی سمیت کیوں قتل کیا۔ انکے چند اہم کارناموں کو جو انہوں نے خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے انجام دیے ہم یہاں ان کو ذکر کریں گے۔

۱۔ نجف اشرف اور کاظمین شریفین میں لڑکیوں کے لیے دینی مدارسوں کا انتظام کیا۔

۲۔ ان مدرسوں میں تعلیم کے لئے عملے اور نصاب کا انتظام۔

وہ خود داستانیوں سے ملتی تھیں۔ ان کی دینی معلومات میں اضافہ کرتی تھیں اور ان کے ذریعے ان شاگرد لڑکیوں کی تربیت کا انتظام کرتی تھیں۔ جو ان کے پاس امانت کے طور پر ہوتی تھیں۔

۳۔ اپنے بھائی باقر صدر کے گھر میں بدھ کے دن عورتوں کو کتاب "شرائع الاسلام" کا درس دیتی تھیں جس میں تقریباً پچاس عورتیں آتی تھیں۔

۴۔ بامقصد و مفید مذہبی کہانیاں لکھتی تھیں۔ یہ بھی ایک ایسا کام تھا کہ فانی دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی جس کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

۵۔ تدریسی مماثلت

شہید صدر نے بیس سال کی عمر میں "کفایۃ الاصول" کی تدریس کے ذریعے طلبہ کی تربیت کا آغاز کیا۔ بعد میں تفسیرِ قرآن اور فلسفہ کی تدریس بھی کی۔ آپ کا گھر لوگوں کے لئے ایک پناہ گاہ شمار ہوتا تھا۔ جہاں آپ جمعہ کے دن صبح سے رات تک اور دوسرے ایام میں اذان ظہر سے قبل تک اپنے گھر کے دروازے لوگوں کے لیے کھول دیتا اور لوگ اپنے مسائل اور مشکلات کے حل کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچ جاتے، تعلیم یافتہ نوجوان، دانشور، مصنفین اپنے فکری اور علمی مسائل کو حل کرنے آپ کے گھر آتے اور آپ ایک مہربان باپ، بڑے بھائی، دلسوز اور شفیق استاد کی طرح ان کے بات سنتے، پھر علمی، منطقی اور واضح جواب سے ان کی اندرونی پیاس کو بجھا دیتے، آپ تعلیم یافتہ نوجوانوں، دانشوروں اور طلاب کو تحریر، تحقیق، غور و فکر اور تالیف کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ کیونکہ آپ کا عقیدہ تھا الٰہی تعلیمات کے مطابق ایک صالح معاشرہ کے قیام کے لئے جوانوں اور اہل علم کو حقائق کی نشر و اشاعت اور آگاہی کے ذریعے انجام دینا چاہیے۔

۶۔ انقلابی و جہادی مماثلت

شہید صدر اور بنت الہدی راہ اسلام کے دو عظیم جہادی شخصیات تھے جنہوں نے اس راہ میں انقلابی اقدامات کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کیں۔

مسلمان خواتین شہیدہ بنت الہدیٰ کے کردار سے، خواہ وہ سیاسی، اجتماعی، اخلاق، تربیتی، تدریسی ہو معاشرتی زندگی کے لئے بہت کچھ سیکھ سکتی ہیں۔ شہیدہ بنت الہدیٰ اپنے گھر میں اسلامی سیمیناروں کا انعقاد کرواتیں جو کہ سکولوں اور یونیورسٹیوں کی طالبات اور مختلف تنظیموں میں کام کرنے والی خواتین، الغرض سب کے لیے کھلی دعوت ہوتا تھا جس میں وہ مختلف حقائق اور تصورات سے پردہ اٹھاتیں خاص کر مغربی دنیا کی ملمع کاری جو کہ عراق کی عورتوں میں تیزی سے مقبول ہو رہی تھی۔ اس طرح وہ معاشرے میں نظریاتی تبدیلیاں لے آئیں جو کہ معاشرے میں اصلاحات کی بنیاد بنیں۔

وہ مجالس کا انعقاد بھی کرواتیں جس میں وہ مذہبی لیکچرز پیش کرتیں ہیں اور یہ لیکچرز زیادہ تر اپنے بھائی شہید صدرؒ کے گھر منعقد کرواتیں۔ جہاں پچاس سے زائد خواتین اکٹھی ہوتیں۔ وہ ان خواتین کے سوالات کا جواب دیتیں جو کہ عموماً مختلف نظریات، اسلامی عقائد اور اسلامی فقہ سے متعلق ہوتے۔

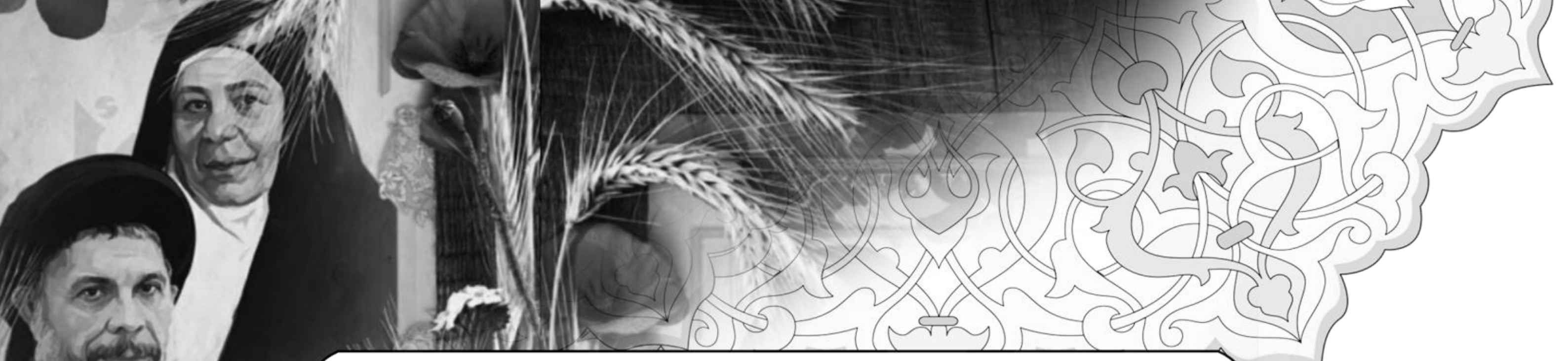

بنت الہدیٰ، زینبیؑ کردار کی حامل نمونہ خاتون

بنت الہدی، اسلامی عورت کا مکمل نمونہ ہے۔ آپ نے جناب زینب کبریٰؑ کی طرح اپنے بھائی کے ساتھ قیام کیا، کسی خوف وہراس کے بغیر سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور اپنے مقصد کی خاطر شہید ہو گئیں۔

۸ اپریل شہید محمد باقر صدرؒ اور انکی بہن آمنہ بنت الہدی کی شہادت، ظلم وستم کے خلاف قیام، آزادی کی راہ میں جدوجہد اور ظلم کے ساتھ زندگی پر شہادت اور موت کو ترجیح دینے کی یاد دلاتا ہے۔

سید باقر صدرؒ اور بنت الہدیٰؒ آزادی اور اسلامی بیداری کی مثال ہیں۔ خصوصا بنت الہدیٰؒ نے تمام اسلامی حدود مجملہ حجاب کی رعایت کے ساتھ اجتماعی اور سیاسی سرگرمیوں کو ترک نہیں کیا اور اپنے بھائی کے ساتھ ایک انقلاب برپا کیا۔

آمنہ بنت الہدیٰؒ کی زندگی

آمنہ سادات، المعروف بنت الہدی، اسفند ۱۳۱۶ کو شہر کاظمین میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد اہل علم وتقوی اور عراق کے سیاسی شخصیات میں سے تھے۔ صدر کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے سید رضی جامع نہج البلاغہ تک جا پہنچتا ہے۔

آمنہ نے اپنے والد کی وفات کے بعد دو بھائیوں اسماعیل اور محمد باقر کی زیر نظر تربیت پائی۔

بنت الہدی کی شخصیت کے مختلف پہلو

انتہائی عمیق عالمہ

آپ کی پہلی معلمہ اپنی ماں تھی۔ جس نے ان کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا۔ آپ گیارہ سال کی عمر میں مزید تعلیم کے حصول کی خاطر اپنے بھائیوں کے ہمراہ نجف چلی گئیں۔ اس وقت عورتوں کا درس وغیرہ پڑھنا زیادہ رائج نہیں تھا اس لیے انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں سے ادبیات عرب، فقہ، اصول، علم حدیث اور تفسیر سیکھ لی تھی۔

بنت الہدیٰ صرف حوزوی علوم تک محدود نہ رہیں، بلکہ جدید علوم پر دسترس رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ کہانیاں لکھنے اور شعر کہنے میں آپ کو مہارت حاصل تھی یہاں تک کہ آپ کی تحریریں مجلہ الاضواء میں (جو نجف کے علمی شخصیات سے مخصوص تھا) چھپتی تھیں۔

ذیل میں ان کے بعض آثار کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حقیقت کی جستجو میں۔ گمشدہ گھر۔ دو عورتیں اور ایک مرد۔ مسلمان عورت کی شخصیت۔ فضیلت کامیاب ہے۔ مکہ کی بلندیوں پر۔ کاش! جان لیتی۔ سعادت کی تلاش میں۔ سورج کے بعد سایہ۔ ظلم۔ پیغمبر کی زندگی میں عورت۔ عشق اور ہوس۔ تعلیم وتربیت۔

بنت الہدی نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد خود کو گھر میں محصور نہیں کیا۔ بلکہ انسانوں خصوصا خواتین کی تربیت کے لیے اقدام کیا۔

ان حالات میں کہ جہاں عراقی معاشرے میں خواتین کی فعالیت صفر تھی۔ سیدہ بنت الہدی نے مدارس الزہرا کی ذمہ داری سنبھالی جس کا مقصد اسلامی تہذیب وثقافت کا فروغ تھا۔ یہ مدارس بصرہ، دیوانیہ، حلہ، نجف، کاظمین اور بغداد میں تاسیس کی گئی تھی۔

ان کی فعالیتیں اس پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اپنے گھر پر تبلیغ کے لیے جلسات تشکیل دیتی۔ اور اسی طرح اسلامی آئیڈیل بنانے اور مغربی طرز کی رد میں مجلہ الاضوا میں مقالات لکھتی تھی۔

بنت الہدی رہبر کی نظر میں

ہمارے اسی زمانے میں ایک جوان، بہادر، مفکر، ہنر مند خاتون، بنت الہدی شہید صدر کی بہن نے تاریخ کو تحت تاثیر قرار دیا۔ مظلوم عراق میں اپنا کردار ادا کی، البتہ شہادت پر فائز بھی ہوئی۔ بنت الہدی جیسی خواتین کی عظمت کسی بھی طرح بہادر اور عظیم مردوں سے کم نہیں۔ ان کی تحریک، تحریک نسواں تھی۔ اور ان مردوں کی تحریک، مردانہ۔ لیکن دونوں تحریکیں ذات وجوہر انسان کے تکامل ار شخصیت کے عظمت کی حکایت کرتی ہیں۔ ایسی خواتین کی تربیت اور پرورش کرنی چاہیے۔ (۱)

(باقی صفحہ: ۶۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

شہیدہ بنت الہدیٰؒ کی نظر میں عورت کی اسلامی شخصیت

سید مشتاق عبد مناف الحلو

ترجمہ و تلخیص: مریم حسن

نوٹ: یہ تحریر فارسی علمی مقالہ "زن در اسلام از دیدگاہ شہیدہ بنت الہدی صدر" کا آزاد ترجمہ و تلخیص ہے جو کو عمومی استفادہ کے لئے شائع کیا جارہاہے۔ اصل فارسی مقالہ اور منابع سے آگاہی کے لئے موسسہ شہید صدر کی سائٹ mbsadr.ir سے رجوع کریں۔

مقدمہ

عورت کا موضوع مغرب کے ساتھ اسلامی تہذیب کے بڑے چیلنجوں میں سے ایک ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان کے نقصانات، فوائد، حقوق اور وظائف کے حوالے سے اتفاق نظر نہیں رکھتے ہیں۔ اسلام عورت کو گھر اور معاشرے دونوں کے لئے زندہ رہنا سکھاتا ہے۔ گھر عورت کا آشیانہ ہے اور معاشرہ عورت کی تربیت گاہ ہے. عورت معاشرہ سے حقوق لیتی ہے اور اپنا حقوق ادا کرتی بھی ہے۔

اس تحریر میں شہیدہ بنت الہدیٰ کی تالیفات کے مجموعوں سے اسلام کا عورتوں کے بارے میں نظریہ کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام میں ان کا حقیقی مقام کیا ہے؟ اور اسلام کس نظریے سے دیکھتا ہے؟ کیونکہ بنت الہدیٰ اسلام کے نظریاتی مسائل سے واقفیت کے ساتھ وہ خواتین سے متعلق ثقافتی شعبوں میں اپنی سرگرمیوں کی وجہ سے ان کے مسائل سے بخوبی واقف رہی ہیں اور انہیں حل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔ یہ تحریر مغرب اور اسلام کے درمیان خواتین کا تقابلی جائزہ بھی نہیں بلکہ یہ اسلامی معاشرے کی ایک مستقل بحث ہے۔ اس تحریر میں، اسلام میں عورت کی جامع تعریف، کچھ سوالوں کے جواب کے طور پر دی گئی ہیں وہ سوالات یہ ہیں۔

پوری تاریخ میں مختلف تہذیبوں میں عورت کا کیا مقام رہا ہے۔ اسلام کے لحاظ سے ان کا مقام ان سے مختلف ہے؟

اسلام عورت کو ایک بیٹی، بیوی اور ماں کے طور پر کس نظر سے دیکھتا ہے؟

اسلام میں خواتین کے کیا حقوق ہے؟

معاشرہ میں خواتین کا مقام اور خواتین کے شغل کے حوالے سے کیا نظریہ رکھتا ہے؟؟

گھر میں عورت کا کردار اسلام کی نظر میں کیا ہے؟

اسلام میں عورت کے لئے حق ملکیت ہے؟

ارث میں عورت کا حق آدھا کیوں ہے؟

اسلام نے عورت کے لئے حجاب کیوں لازم قرار دیا ہے۔؟

اسلام کی نظر میں عورت گناہ کا سبب یا مرد کی خواہشات کی تکمیل کے لئے خلق ہوا ہے یا ان کو اپنی اولاد پر کوئی حق نہیں؟

مسلمان عورت کی پسماندگی کی وجہ سے اسلامی معاشرہ زوال سے روبرو ہے۔ اس حالت سے نجات کا راستہ کیا ہے۔؟

یہ مقالہ دین اسلام کے کامل ہونے کو بیان کرتا ہے کہ ان سوالوں کے جواب کا اسلام کے پاس نہ ہونا محال ہے۔

اس مقالہ کا مفروضہ یہ ہے کہ اسلام میں فرد کی حیثیت کے تعین میں جنس کا کوئی عمل دخل نہیں، اور انسان کو "خلیفۃ اللہ" کا درجہ حاصل ہے اور اس مقام میں مرد اور عورت آپس میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ اس تحریر میں مستقل بحث اسلام کا نکتہ نظر اور متغیر بحث عورت کی تعریف ہے۔

۱۔ پہلا حصہ: تاریخ میں عورت:

قدیم یونانی تاریخ میں عورت پر ہونے والا ظلم اس قدر واضح ہے کہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے چند نکات کی یاد آوری کی جاتی ہیں۔

الف) عورت یونانی تمدن میں

یونان کی تاریخ جس کو ماضی کی خوشحال ترین تاریخ و تمدن میں شمار کیا جاتا تھا یونانیوں نے کوشش تھی کہ عورت جس حال میں ہیں اس سے نکال کر ان کو مقام دی جائے۔ مگر ان کا مقام دینا صرف جسمانی ساخت اور خوبصورتی کی بنا پر تھا اور عورتوں کی مختلف مجسمہ سازی اور تصویریں بنانے میں استعمال کیا جاتا اور فقط نفسانی خواہشات، جسمانی ہوس کا ذریعہ بنایا جاتا۔ اس حساب سے انہوں نے عورت کو مقام دیا۔ یوں خواتین کو ایک فنکاری کے موضوع میں میں تبدیل کر دیا۔ اس کے حسن کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے تھے کہ مادیت میں غرق ہو گئے آخر میں ان کی تمدن و ثقافت زوال پذیر ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں یونانی عورتوں کا کا ذکر نہیں ملتا سوائے کچھ تصویر کے اثرات جسے کچھ مصوروں نے تراشے تھے۔

ب) روم کی تہذیب میں عورت

روم کی تہذیب میں عورت کو مردوں کے ہاتھوں کا کھلونا سمجھا جاتا تھا اور اپنی مرضی کے مطابق سلوک کرتے تھے جب ان کو ترقی مل گئی تو عورتوں کی تعریف اور تمجید کی گئی۔ فاسق عورتوں کو حکومت کے معاملات پر قابض کر دیا پھر شہوتوں میں غرق ہو گئے اور انکی تہذیب ثقافت تباہ ہو گئی۔

ج) عورت عیسائیوں کی تاریخ میں

مسیحیوں کا اپنی طولانی تاریخ میں عورت کے بارے میں منفی رویہ رہا ہے قرون وسطی کے بعد انہوں نے خواتین کے مقام کو بلند کرنا چاہا۔ عورتوں نے مردوں کے مقابل اپنا مقام پالیا مگر ایک مستقل طور پر نہیں بلکہ ایک تفریح کے عنوان سے اجازت دی گئی کہ ظاہری طور پر قانون گزاری میں مرد اور عورت برابر ہے لیکن ایک بار پھر عورت کے اپنی تمام شعبوں میں حتی کہ ارث و جائیداد میں بھی مردوں کا تسلط ان پر باقی رہی اور بغیر کسی قید و شرط کے ان کی عزت و وقار کو چھین لیا گیا اور عورت کو معاشرے میں میں ایک کم قیمت چیز کے طور پر پیش کیا گیا۔

د) صدر اسلام میں عورتوں کی حیثیت

جب عورتوں کی کردار کا خلاصہ مردوں کی تسکین کے طور پر متعارف کر دیا گیا تو جزیرۃ عرب میں ایک نئے مذہب کا ظہور ہوا جس کا خواتین کے بارے میں بالکل الگ نظریہ تھا اس وقت کے خواتین نے اسلامی فکر کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ ان میں سے دو کرداروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) اسلامی فکر کے فروغ میں عورت کا کردار

تاریخ کے صفحات میں بہت سی ایسی عورتیں دیکھنے کو ملتی ہیں جنہوں نے مردوں سے پہلے اسلام قبول کیا، فکر و اندیشہ اور تعقل کے ساتھ احکام اسلامی کو حاصل کیا۔ حتی احادیث بھی لکھی ان میں سے اسما بنت عمیس الخثعمیہ، ام اسحاق بنت سلیمان، اسما بنت یزید، السکن الانصاریہ اور دیگر کچھ شخصیات شامل ہیں یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے زمانے میں مبلغین اور روایان احادیث میں سے تھی۔ یعنی عورتوں کے علم حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اسلام کے دشمن ہی ہیں جنہوں نے اپنی حرص اور خواہش کے حصول کے لئے عورتوں کی ترقی کو روکنے کی کوشش کی۔ اسلام کے ان ابتدائی مثالوں کو زندہ کرنے کے لیے عورتوں کے لئے ضروری ہے وہ اس نکتے کو اچھی طرح سمجھیں۔

۲) مسلمان عورت دین کا علمبر دار

مسلمان خواتین نے ثقافتی میدانوں کے علاوہ عملی میدان میں بھی مردوں کے شانہ بشانہ اسلام کا پرچم بلند کیا حتی کہ میدان جہاد میں بھی نمودار ہوئی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ اسلام نے جس انسانیت کا اعتراف عورتوں کے لیے کیا اس کی بنیاد پر وہ اسلام کے لیے جد و جہد کرتی تھیں اپنے مذہب کی دفاع کرنے کا ان کو حق دیا ہوا تھا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی تاریخ میں عورتوں نے صبر، استقامت، ایثار اور بہادری دکھائی جو تمام کے تمام اہل بیت سے نہیں تھیں بلکہ معاشرے کے معمولی افراد میں سے تھے ان میں سے ایک خنسا بنت عمر بن الشرید ہیں جنھوں نے اپنے دو بھائیوں کو کھویا ان کی مدح سرائی کی لیکن جب اپنے چار فرزند میدان جنگ میں شہید ہوئے تو کہا! خدایا تیرا شکر گزار ہوں کہ میرے فرزند شہید ہوئے اور مجھے عزت بخشی، میں خدا سے دعا کرتی ہوں ان کے ساتھ اپنے رحمت کے سائے میں محشور فرما۔

ان دونوں کرداروں میں سے کونسا عورت کو تحفظ دیتا ہے اور مقام بخشتا ہے۔ اسلام کہتا ہے جو کوئی مال و دولت کی وجہ سے ازدواج کرے خدا اسے اس سے محروم کر دیتا ہے کہ شادی کوئی تجارت کا معاملہ نہیں ہے۔ لیکن دوسری شریعتوں میں شادی کا مفہوم غلط لیا جاتا ہے اس طرح انسانیت کے مفہوم کو بھی کم کرتا ہے شادی کو ایک مالی شرکت قرار دیتے ہیں جس سے مرد کو فائدہ حاصل ہوتا ہو لیکن عورتوں کے لئے کوئی آزادی نہ ہو۔

دوسرا حصہ: اسلام کی نظر میں عورت کی تعریف

ہر مذہب کی اپنی تعریف کے رجحان کی بنا پر قانون بنتا اور اجراء ہوتا ہے پھر حقوق دیے جاتے ہیں۔ عورت کی تعریف اسلام کی نظر میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"المَرْأة الصالِحَه خَيْرٌ من ألف رَجُلٍ غير صالحٍ"یعنی:"ایک نیک عورت ہزار غیر صالح مرد سے بہتر ہیں۔"

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانیت، معیار ہے، عورت کا عورت ہونا، مرد کا مرد ہونا کوئی برتری نہیں بلکہ انسانیت معیار ہے جو انسان کو بزرگی و کرامت بخشتا ہے۔ انسانیت کا معیار متقی، پرہیز گار ہونا ہے کہ جس میں جتنا ہو گا وہی برتر و کامل انسان ہو گا۔ کیونکہ عورت بھی مرد جیسی مخلوق ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے:

"خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها" اور ہم نے تمہیں ایک ہی وجود سے خلق کیا اور اسی سے جوڑا بنایا۔

عورتوں کے بارے میں اسلامی احکام

اگر عورتوں کی موجودگی آج کل کے جدید معاشرے میں بہت زیادہ نظر آتی ہے لیکن قدیم زمانے بھی اہم کردار رہا ہے ہر کام میں مردوں کا ساتھ دیا گیا ہے زراعت وغیرہ میں، اسلام کے احکام عورتوں کے لیے صرف ایک خاص دور میں ہو اور ابھی تغییر ہوا ہو ایسا نہیں ہے بلکہ اسلام ہی وہ واحد مکتب ہے جو عورتوں کو مردوں کے شریک سمجھتا ہے۔ خداوند خود فرماتا ہے:

" ومن يعمل من الصالحات من ذكرٍ او انثى و هو مؤمن فاولئِك يدخلون الجنه ولا يظلمون نقيرا """مومن مرد اور اور عورت میں سے جو کوئی اعمال صالح انجام دیتا ہے وہ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کے چھلکے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

تیسرا حصہ: عورتوں کے حقوق

عورت اپنے حقوق میں مرد کے برابر ہے لیکن ایک جیسے نہیں۔ کیونکہ ان میں استعداد، خلقت اور صلاحیتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن بہت سارے موارد ایسے بھی ہیں جن میں عورت اپنے حقوق کے لحاظ سے مردوں کے ساتھ مساوی اور مشابہ ہیں دنیا اور آخرت کے معاملے میں دونوں کے لیے پروردگار کی طرف سے سزا و جزا مشخص ہے۔

چوتھا حصہ: عورت اور معاشرہ

الف۔ معاشرے میں عورت کا مقام

قران کے نزول کے وقت اور اس سے پہلے بھی عورت کو بڑا مقام حاصل تھا یہاں تک کہ حکمرانی میں بھی عہدہ حاصل تھا۔ جیسے زبونیہ اور کلئوپاترا۔

اور یونانی تاریخ میں عورتوں کو خوبصورت مجسمے بنانے میں میں استعمال کیا جاتا تھا اور ان کے آگے رکوع و سجود کرتے تھے پھر ان مجسموں کو مہنگے ترین چیزوں میں استعمال کرتے تھے بالکل اسی طرح فارس وروم کی تاریخ میں عورتوں کے حقوق پامال کیا جاتا تھا حتیٰ کہ یہ شک رہتا تھا کی ان کی روح بھی ہوتی ہے یا نہیں، اس بنا پر عورت کو ایک نجس وجود سمجھا جاتا تھا لیکن اسلام نے ایک عورت کے لیے کوئی قید و بند نہیں رکھا۔ اسلام کے مطابق ایک شائستہ اور اچھا مرد وہ ہے جو اپنی بیوی کو اپنے نظریات، خیالات اور مقاصد میں شریک کریں۔

ب) معاشرے میں عورت کی فعالیت

ایک عورت کے لیے ضروری ہے کہ مہربان، نیک اور شائستہ ہو۔ اس لیے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں پوری ایک نسل کی تربیت ہوتی ہے پس اگر ایک عورت کی ذات کو وکیل بنایا جائے اس صورت میں وہ بھی اپنی مہربانی اور عطوفت کو دبا کر قضاوت کرلے گی۔ اسلام عورت کو کام کرنے سے منع نہیں کرتا بلکہ عورت بھی اپنی شریعت کے تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے ہمسر داری، مادری، خانہ داری کے ساتھ ساتھ ان کاموں کے کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

عرصہ دراز سے کاموں کی تقسیم، ایک اجتماعی ضرورت ہے کہ ہر گروہ کا اپنا خاص کام ہوتا ہے اور آج کل کے حکومت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے اسی بنا پر انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے اور زندگی تقسیم کار کے گرد گھومتی ہے۔ اسلام بھی مرد اور عورت کے بارے میں وہی کہتا ہے اور ہر کسی کو وہی کام دیتا ہے جس کا وہ اہل ہو۔

پانچواں حصہ: خاندانی نظام اور عورت

الف) خاندان کی تشکیل میں عورت کا کردار

خاندان کی تشکیل میں پہلا اور اہم کردار ہمیشہ عورت کا رہا ہے عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں جیسے رسول خدا ص ایک لڑکی سے

کہ جس کے باپ نے زبردستی اس کا اپنے بھتیجے کے ساتھ رشتہ کرایا تھا تھا آپ ص نے فرمایا۔

"فذهبي فتزوجي من شئت" جاؤ جس کے ساتھ چاہو شادی کرلو۔

ب) خاندانی نظام میں عورت کا مقام

اسلام میں نکاح ایک مقدس بندھن ہے جو وفاداری، خلوص و محبت کی بنیاد پر ہوتا ہے اسلام اس پہلو کو روشن طریقے سے بیان کرتا ہے اور ان کے حق میں کوئی تجاوز نہیں ہے۔ خداوند فرماتا ہے۔

"ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجه والله عزيز حكيم." "عورتوں کا اپنے شوہروں پر جائز حق ہے جس طرح مرد عورتوں پر برتر ہیں اور خدا ہر چیز پر غالب ہے وہ جانتا ہے۔"

یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام نے ازدواجی زندگی کو ایک مستحکم رشتہ قرار دیا ہے۔ عورت اپنی خصوصیت، خلقت اور طبیعت میں مردوں کی نسبت کمزور اور ضعیف تر ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مرد تصرف میں اور حقوق میں برتری رکھتا ہو۔ مرد کی ذمہ داری ہے کہ اپنے گھر والوں کی کفالت اور اخراجات کو پورا کریں ان کی حفاظت کریں لیکن ایک عورت بچے کو جنم دیتی ہے پھر اسکی تربیت کرتی ہے۔

پس ایک خاندان کی تشکیل کے لئے ان درجہ بندیوں کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہر عورت مرد کے لیے کام کرنے کا ایک ذریعہ یا وسیلہ نہیں، مرد پر اس سلسلے میں عورت پر کوئی حق نہیں، روایات اور احادیث اور تمام فقہ اس مطلب پر اتفاق رکھتے ہیں کہ اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان تعاون کی قسم کو ان کے مطلوبہ معاہدے پر چھوڑ دیا ہے۔ تاکہ محبت اور پیار کی بنیاد پر زندگی کے مسائل کے حل کے لیے مل جل کر قدم اٹھاسکیں۔

ج) ماں کا کردار

ماں کی ذمہ داری ایک مقدس، سب سے بڑی اور سنگین ذمہ داری ہے۔ ماں کی مہربانیت، محبت، شفقت اس ذمہ داری کو نبھانے میں مدد کرتی ہے۔ اسلام نے عورت کو یہ احساس دلایا کہ وہ اپنے بچے کو اپنی قوم اور معاشرے کے لیے پیدا کرتی ہیں ایک بچے کے کامیابی اور تربیت یافتہ ہونے کے پیچھے ایک ماں کا ہی کردار ہوتا ہے اسلام نے ماں کی مقام کو بلند کیا اور جنت کو ماؤں کے قدموں کے نیچے قرار دیا۔

د) طلاق میں عورت کا کردار

اسلام نے جہاں پر مرد کو طلاق کا حق دیا ہے وہاں عورت کو بھی خاص شرائط کے ساتھ طلاق کے قائل ہیں کہ عورت بھی اپنی طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے چنانچہ عورت حاکم کے درخواست کے ساتھ طلاق لے سکتی ہے۔

چھٹا حصہ: عورت کی ملکیت اور ذمہ داری

اسلام میں عورت کی ملکیت حوالہ دینے سے پہلے اس سلسلے میں مغربی کچھ قوانین بیان کر دیا جاتا ہے جسے انسانی قانون سازی کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ مغرب کے قانون سازی کچھ اس طرح ہے کہ میاں بیوی کو حق حاصل ہے کہ ان چند قوانین میں سے جس قانون کا بھی انتخاب کرے۔

۱- میاں بیوی اپنے مال میں مشارکت رکھتے ہو کہ اپنے اموال کو تین حصوں میں تقسیم کرے۔

پہلا۔ دونوں کے لیے غیر قابل تقسیم ہو

دوسرا۔ یہ کہ ایک حصہ مختص شوہر کیلئے

تیسرا۔ ایک حصہ بیوی کے لیے مختص ہو۔

اور شوہر بعنوان سربراہ تینوں حصوں میں تصرف کا حق رکھتا ہے۔

۲۔ اگر دونوں کے مال میں مشارکت نہ ہو دونوں کا مال الگ ہو اس صورت میں شوہر صرف حق رکھتا ہے کہ اپنے زوجہ کے مال میں تصرف کرے۔

۳۔ تیسرا قانون یہ ہے کہ اس انتخاب میں ہر کسی کا مال الگ کیا جائے اور دونوں کا الگ حق تصرف ہے مگر اس میں بھی زوجہ اپنے شوہر کے ساتھ مشارکت کی بنا پر اپنے مال میں سے شوہر کو دے سکتی ہے۔

۴۔ اس آخر قانون سازی میں عورت اپنے مال کو جہیز اور غیر جہیز میں تقسیم کرتی ہیں کہ شوہر کو اس میں تصرف کا حق حاصل ہے۔

مغرب میں شادی کو ایک مالی معاہدے کے طور پر پہچانا جاتا ہے اور اس مالی معاہدے میں چند باتیں قرار پاتی ہیں۔

الف) شوہر حق رکھتا ہے کہ میاں بیوی کی مشارکت کی وجہ سے کہ اپنی بیوی کے اموال پر تسلط حاصل کریں مگر یہ کہ نکاح کے وقت شرط رکھی جائے کہ تسلط حاصل نہیں کرسکتا۔

ب) شوہر کا بیوی کے اثاثے پر تسلط کا ہونا ایک مطلقاً ہے اور حقیقی مالک ہوتا ہے۔

ج) ایک میاں، بیوی کے مال اور اثاثے میں میں فضول خرچی اور اسراف پر مرد زمہ دار نہیں بلکہ عورت اپنی غلطیوں اور اسراف کی ذمہ دار ہے۔

لیکن اسلام ازدواجی زندگی کو ایک تجارت اور مادی تلازم سے نہیں دیکھتا بلکہ اسلام میں بطور کامل چاہے بیٹی ہو یاماں یا بیوی ہر کوئی اپنے مال پر حق رکھتی ہے اور مرد کو کوئی حق حاصل نہیں کہ اپنی بیوی کی مال تصرف کرے خواہ بیوی مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح وہ تمام چیزیں جو اسے ہدیہ یا شادی کے بعد یا شادی سے پہلے ملتی ہے وہ خاص عورت کی ہی میں ملکیت ہے شوہر پر کوئی حق نہیں ہے کہ اسمیں تصرف کرے۔

عورت کی میراث

مرد اور عورت میں فرق ہونے کی حکمت یہ ہے کہ ان کے وظائف اور ذمہ داریاں فرق کرتا ہے کہ عورت زندگی کو چلانا، گھر کے اخراجات مرد کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن عورت کے اوپر ایسی سے ذمہ داری نہیں ہے لہٰذا ضروری ہے کہ عورت کا حصہ ایک اور مرد کا حصہ دو برابر ہو۔

ساتواں حصہ: حجاب کا صحیح مفہوم

اسلام میں حجاب کا صحیح معنی پوشش اور چھپاناہے۔ کلمہ حجاب سے مراد کنارہ کشی اختیار کرنا، عورت کا پردہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل معاشرے سے الگ ہو بلکہ فتنہ انگیز معاملات سے بچنا ہے اسی وجہ سے قرآن میں حجاب کا ایک لفظ ایک جگہے پر آیا: "واذا سالتموهن متاعا فسئلوهن من وراء حجاب" اگر ان سے کچھ چاہو تو پردے کے پیچھے سے لے لو۔ یہ آیت ازواج رسول ص سے منسوب ہے یہ اخلاقی خصوصی امر ہے۔ خدا فرماتا ہے:

"قل للمومنين يغضضن من ابصارهم" مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی آنکھیں جھکائے رکھے۔

"وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن" اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کی وہ اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

اگر اسلام کا مقصد عورت کو صرف معاشرے سے دور اور کنارہ کشی کرنا ہوتا تو یہ حکم کس کام کا؟ مردوں اور عورتوں کا اپنی آنکھوں کو جھکائے رکھنے کا حکم یہ اس چیز کو بتاتا ہے کہ اسلام کے مطابق مرد اور عورت ایک دوسرے کے ساتھ کام کرسکتے ہیں مرد اور عورت دونوں کے لیے جنسی غرایز کی رکاوٹ، پوشش اور حجاب کو شرط قرار دیا ہے۔

فلسفہ حجاب

اگر معاشرے میں جنسی خواہشات کو حرکت دینے کے عوامل موجود ہوں اور اپنی خواہشات نفسانی اور شہوات کا جواب دے دیں اس صورت میں پوری انسانیت کی کرامت ختم ہو جائے گی اپنی ذمہ داریوں اور معاشرے کے ساتھ خیانت ہوگا۔ تمام انسان جس کو خدا اشرف بخشا ہے زمین پر خلیفہ اللہ قرار دیا ہے تمام بیماریوں اور کثافتوں سے آلودہ ہو جائے گا پھر انسان کا وجود مقدس ناپذیر ہو جائے گا۔

مرد اور عورت میں سے کوئی بھی اس لیے خلق نہیں ہوا کہ ایک دوسرے کو ملکیت میں لے لیں بلکہ دونوں ایک انسان ہے ۔ لہذا انسان، معاشرے سے ارتباط رکھتا ہے تو دونوں کا وجود ن معاشرے میں ضروری ہوتا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ پردہ کرنا لوگوں کی توجہ کا مرکز بنتا ہے تو یہ پردہ کرنا، خود ایک عبادت ہے خدا فرماتا ہے:

"وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون" اور یہ کام امر بالمعروف و نہی از منکر کا ایک بہترین ذریعہ ہے ایک عورت اپنے پردے سے مسلمان عورتوں کی توجہ کا مرکز بنتی ہے۔ تو اس نے خاموشی سے لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دی ہے۔

آٹھواں حصہ: چند غلط مفہوم

مختلف معاشروں میں عورتوں کے بارے میں کچھ غلط فہمیاں ضرب المثل بن چکی ہے۔ اسلام نے ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے کچھ روشن خیالیاں فراہم کی ہے۔

الف) عورت گناہ کا ذریعہ

بہت ساری ثقافتوں میں عورت کو گناہ کا ذریعہ قرار دیتے ہیں حتی حضرت آدم کو بہشت سے نکالنے والی داستان بھی عورت کے سر ڈالتے ہیں لیکن اسلام طرح کی باتوں کو قبول نہیں کرتا کیونکہ خدا خود فرماتا ہے: "فوسوس لهما الشيطان." ترجمہ۔ شیطان نے میں نے انہیں آزمایا۔"

بعض مقامات پر حضرت آدم کا ذکر صرف آیا ہے۔ "فوسوس اليه الشيطان قال یاادم هل ادلك على شجرة الخلد." پھر شیطان نے اسے آزمایا اور کہا! اے آدم کیا میں تمہیں فانی درخت اور غیر فانی درخت دکھاؤں؟

قرآن میں کسی بھی جگہ اس نافرمانی کو صرف حضرت حوا کی طرف نسبت نہیں دیا ہے بلکہ بعض جگہوں پر دونوں کو اس عمل میں یکساں قرار دیا ہے۔ "فدلاھما بغرور. "پس اس نے ان کو فریب اور جھوٹ پر اتارا۔"

ان آیات میں خدا نے شیطان کی فریب اور جھوٹ کو حضرت حوا اور حضرت آدم کے بہشت سے نکالنے کی کیا وجہ قرار دیا ہے حضرت حوا پر کسی قسم کے گناہ کی نسبت نہیں دی گئی ہے کہ ان کی وجہ سے بہشت سے خارج کیا ہو۔

ب) مرد کی خاطر عورت کی تخلیق

ایک اور غلط فہمی جو مختلف ثقافتوں میں رائج ہے وہ یہ ہے کہ عورت کو مرد کے لئے خلق کیا ہے اور عورت کو کوئی استقلال نہیں ہے اسلام بالکل اس نظریے کی نفی کرتا ہے اور اگر خلقت کا مقصد صرف مرد ہوتا تو عورت کو ہی خلق نہیں کرتا لیکن در حقیقت مرد اور عورت دونوں کا مقصد ہے۔ اسلام کے مطابق عورت کو ایک آزاد وجود کے طور پر پیدا کیا ہے۔

ج) بچوں کے ساتھ رابطے میں ماں کا مقام

بہت ساری ثقافتیں ماں کو کسی بھی حق کا مستحق نہیں سمجھتے اور بچے کو صرف باپ سے متعلق جانے جاتے ہیں لیکن اسلام میں عورت کا مقام بہت بلند ہے اور حدیث میں ہے کہ رسول خدا ص بہشت کو ماں کے قدموں کے نیچے قرار دیتے ہیں۔ اور ماں کی رضایت کو خدا کی رضایت قرار دیا ہے اور قرآن کریم میں والدین کے بارے میں سفارش کی ہے کہ ان کے لیے اف تک نہ کرنے کا حکم دیا ہے اور قرآن کی آیتوں میں ماں کی وہ سختیاں جو اپنے بچوں کے لئے جھیلتی ہیں، بیان کیا ہے تاکہ ماں کی اہمیت و قدر کو سمجھ سکیں۔

نواں حصہ: مسلمان عورت کی پسماندگی کی وجہ، اور اس سے بچنے کا طریقہ

جب راہبہ عورتوں کے حجاب کا ذکر ہوتا ہے تو ان کی تعریف و تمجید کی جاتی ہے اور ان کی حیا اور عفت اور بزرگی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسی زمانے میں مسلمان لڑکیوں کی حجاب کو ان کی پسماندگی قرار دی جاتی ہے۔ کیونکہ بڑی طاقتیں راہبہ عورتوں کی حمایت کے لئے تبلیغ اور منصوبہ بندی کرتی ہیں اور مختلف طریقوں سے ان کی حمایت کرتی ہیں۔

اس کے برعکس اگر مسلمان لڑکیاں تفرقہ بازیوں کا شکار نہ ہوتی تو دنیا ا میں عظیم خواتین کے عنوان سے اپنا مقام حفظ کر سکتی اور آئیڈیل عورت کے طور پر دنیا کے سامنے پیش ہو سکتی تھیں۔ اور مغرب کی طرف جذب ہونے کی بجائے ان کی لڑکیوں کو اا پنی طرف جذب کر سکتی تھیں۔ جس طرح اسلام کے شروع میں اس طرح کی مختلف مثالیں نظر آتی ہیں۔

مسلمان عورتوں کی موجودہ صورت حال کی سب سے بڑی وجہ اصل اسلام سے دور ہونا ہے در حقیقت خود اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ اور عزت و کرامت کا ضامن ہے وہ متعصب افراد جو عورتوں کے مقابلے میں افراط تفریط پھیلاتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے عورتوں پر مختلف کے قید، پابندیاں اور شرائط کے قائل ہیں۔ ایسا نہ خدا فرماتا ہے اور نہ ہی رسول بلکہ یہ لوگ خود اشتباہ کا شکار ہوئے ہیں۔ اگر اسلام نے بعض امور میں عورت کے لیے کہا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو مفادات کی سلسلے کی بنا پر خود عورت کے مفاد میں ہے لیکن اس طرح عورت کو کھلونا نہیں بنایا ہے کہ اس کے ساتھ کھیلا جائے۔

پس عورت کو اپنا حقیقی مقام دوبارہ حاصل کرنے کے لئے واحد حل یہ ہے کہ اصل اسلام کی طرف لوٹے اور اسلام کو پہچانیں۔ تاکہ وہ تمام حقوق جو اسلام نے ایک عورت کے لیے مقرر کی ہے اس کی رعایت کی جائے پھر ان تمام حقوق کی پاسداری کرے کہ مذہب کے نام پر اپنی خواہشات کو ان پر مسلط نہ کریں۔

نتیجہ:۔

عام طور پر تمام ماضی کی تہذیبوں میں خواتین کو ان کی حیثیت نہیں ملتی ان کا رابطہ معاشرے کے ساتھ جنس پر مبنی تھا۔ اسلام نے شروع دن سے ہی عورت اور مرد کو برابر قرار دیا ہے اور عورتوں کی مظلومیت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اور بہت ہی کم عرصے میں اسلامی فکر کو فروغ دیا اور اسلامی کے احکام کو رائج کیا۔

اسلام عورت کے حقوق کو مردوں کے مساوی سمجھتا ہے لیکن ایک جیسی نہیں، کیونکہ دونوں کے حقوق، طبیعت اور وظائف فرق کرتا ہے۔ اسلام میں خواتین کے مسلمان ہونے کی وجہ سے کوئی قید و شرط نہیں ہے بلکہ اسلام نے ان کے لیے کچھ فطرت کے تقاضوں کے مطابق قانون رکھا ہے جس کو متاسفانہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اور افراط تفریط کی جاتی ہے۔

اور اسلام شائستہ و صالح مرد اس کو قرار دیتا ہے، جو اپنی بیوی کو فکر، خیالات اور اہداف میں شریک سمجھے۔ اسلام میں باہر نکلنے سے منع نہیں کیا

مگر یہ کہ حجاب اور پردے کے ساتھ، سماجی زندگی کی بنیاد محنت کی تقسیم کے گرد گھومتی ہے جس کی وجہ سے معاشرے کے لوگ ایک دوسرے کے محتاج ہے اس لئے اسلام ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں یکساں طور پر کام کرتا ہے۔

اسلام بچے کو ماں کا مرہون منت، اور اللہ تعالی کی رضا تک پہنچنے کے راستے کو ماں کی تسکین قرار دیتا ہے۔ طلاق کی صورت میں عورت شادی کے دوران یا شادی کے بعد درخواست دائر کرکے جج کے پاس سے طلاق لے سکتی ہیں۔ اسلام عورتوں پر کوئی مالی ذمہ داری عائد نہیں کرتا ہے اس لیے میراث میں ایک ہی حصہ ملتا ہے۔ اور مرد کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی بیوی کے حصے پر قبضہ کرے اور تصرف کا حق نہیں رکھتے ہیں۔ لیکن مغرب میں مرد کو اپنی بیوی کی جائیداد پر قبضہ کرنے کی اجازت ہے اور تصرف کا حق رکھتے ہیں۔ لیکن اسلام میں شادی ایک مقدس بندھن ہے۔ جس میں مادی امور کے ساتھ کوئی ربطہ نہی اور نہ ہی ایک تجارت ہے۔

پوشش اور پردہ، حجاب سے عام ہے، یعنی کنارہ کشی اختیار کرنا، قرآن کریم میں یہ لفظ حجاب کی ایک صورت میں آیا ہے جو ازواج مطہرات کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن مردوں اور عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حجاب کا نہیں، کیونکہ یہ دونوں معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اور ان کی سرگرمیاں انسانیت ہونے کی بنیاد پر ہونی چاہیے نہ کہ مرد، عورت ہونے سے، لہذا ان میں سے کسی کو بھی حق حاصل نہیں، کہ اپنی جنسی خصوصیات کو ظاہر کرے۔ باقی تہذیبوں کے برخلاف اسلام کسی بھی عورت کو گناہ کا سرچشمہ قرار نہیں دیتا اور کسی بھی لحاظ سے حضرت حوا کو بہشت سے خارج ہونے سبب نہیں سمجھتے ہیں۔

مسلمان عورتوں کی پسماندگی کی وجہ تو ایک طرف ان کے لیے کسی قسم کی حمایت کا نہ ہونا، دوسری طرف مغرب پرستوں اور متعصب لوگوں کا شکار ہونا ہے۔ اس کا واحد حل یہی کی اسلام کی اصل کو پہچانیں اور غلط افکار، فاسد عقائد کے بجائے اسلامی فکر پر حکمرانی کرے۔ اس لئے دین اسلام عورتوں کو مکمل طور پر مردوں کے برابر سمجھتا ہے اور دونوں کو ہی خلیفہ خدا تصور کرتا ہے۔ لہذا اس مضمون کے مفروضے کی جانچ کا نتیجہ مثبت ہے۔

بقیہ: بنت الہدیٰ، زینبیؑ کردار کی حامل نمونہ خاتون

زینبی کردار

بنت الہدی، ایک نمونہ عمل خاتون ہے۔ انہوں نے "طلب العلم فریضۃ" (۲) کے مطابق علم کے اعلیٰ مدارج طے کیے، "ہر چیز کی زکات ہے اور علم کی زکات اس کا نشر کرنا ہے" (۳) اس حدیث پر علم کرتے ہوئے تعلیم وتربیت کا کام انجام دیا اور "من امر بالمعروف" (۴) کے تحت اپنی عمر کو اجتماعی، سیاسی فعالیت اور لوگوں کے پائمال ہونے والے حقوق کے تحفظ اور حصول کے لیے خرچ کیا۔

بنت الہدیؒ نے جناب زینبؑ کی طرح اپنے بھائی کے ہمراہ ظلم وستم کا بھرپور مقابلہ کیا، موت کی پرواکئے بغیر لوگوں سامنے خطبات دیئے اور اپنے مقصد کی راہ میں شہید ہو گئیں۔

معاشرے کو جس طرح شجاع مردوں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح انقلابی خواتین کی بھی ضرورت ہے۔ اگر کوئی مرد بہادر ہے تو اس بہادر مرد کی تربیت میں شجاع خاتون کا عمل دخل ہے۔ اس لیے ضروری ہے۔ ہم بچیوں کی شجاعانہ طرز پر تربیت کریں، تاکہ بنت الہدیؒ جیسی دیگر خواتین وجود میں آسکیں اور ملک کو ان جیسے پاکیزہ انسانوں کے وجود کی برکت سے ترقی کی جانب لے جائیں۔

یہاں ایک اور قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ خواتین بہادری کے راستے میں اشتباہ کا شکار نہ ہوں۔ باعظمت اور اثر گزار ہونے کا مطلب بے پردگی نہیں، جنسی آزادی نہیں۔ بلکہ عظمت پانے کے لیے علم اور بلند اہداف کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات:

[۱] بیانات در دیدار بازنان، ۱۳۷۶/۷/۳۰
[۲] کنزالفوائد، ج۲ص۱۰۷
[۳] تحف العقول: ۳۶۴
[۴] تفسیر مجمع البیان، ج۱، ص۴۸۴
https://www.google.com/amp/s/article.tebyan.net/Article/AmpShow/417